

شمس الامم

ماہنامہ

* بھیرہ (پاکستان) *

* * *

بابت ماہ شوال و ذیقعد ۱۳۷۵ھ

مطابق ماہ جون ۱۹۵۶ء

★

تحت ادارہ

سلام حسین | امیر حزب الانصار بھیرہ | این روہہ
مدیر مسئول | مولانا الحاج افتخار احمد اکوی | سالانہ چاند
(پاکستان)

شوال

۸۶

ماہنامہ

(بکھیر)

جلد ۲۷ شوال ۱۳۷۵ھ مطابق ماہ جون ۱۹۵۶ء شماره ۶

فہرست مضامین

نمبر صفحہ	صاحب مضمون	مضمون	نمبر شمارہ
۲	ادارہ	بزم انصار	۱
۵	مولانا سید سیاح الدین صاحب لا کا خیل	عشرت کی فریفت اور اس کے احکام و مسائل	۲
۹	ادارہ	رسائل و مسائل	۳
۱۳	محترم نسیم حبساری	کسب مجاہد	۴
۱۷	ادارہ	خلیفۃ المسلمین حضرت صدیق اکبر اور امیر المومنین	۵
۲۵	حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری	حضرت علی کی باہمی محبت و مودت کا نظارہ	۶
۲۶	(ماخوذ)	اس آس گلی کا گداہوں میں جس میں مانگتے تاجدار پھرتے ہیں (نظم)	۷
		اسلامی معاشرے کی تعمیر	۸

بزم انصار و کوائف کار کردگی حزب الانصار بھیرہ

(اداشہ)

دارالعلوم کے طلباء کی قرآن خوانی : رمضان المبارک

کی آمد سے پہلے ہی دارالعلوم میں مختلف مقامات سے حفاظ کے لئے مطالبات شروع ہو جاتے ہیں۔ اس سال حسیذیل طلباء نے مندرجہ ذیل مقامات پر قرآن پاک سنایا :-

حافظ فتح محمد بھیروی مسجد بلوچانوالی ، بھیرہ ضلع سرگودھا
حافظ محمد امیر پیروی ، کوہلیاں ، ضلع سرگودھا
حافظ احمد خان میانوالوی ، جھنگی ماٹی ، ضلع لاٹ پور
حافظ غلام یسین کلان بھیروی ، ملکوال ضلع گجرات
حافظ غلام یسین خورد شاہ پوری ، دقراپس ڈی لاٹ پور
حافظ خان محمد بھیروی ، لاٹ پور
حافظ محمد شفیع جھلمی ، پسیل ، ضلع سرگودھا۔

حافظ غلام محمد الدین کیمل پوری ، چک ۱۶

ان حفاظ کے علاوہ چند بچوں نے مختلف مساجد میں جامع کے فرائض سرانجام دیئے۔

عرضداشت : مرآۃ باب غیر اور اہل دل متدین حضرت

سے اپیل ہے ، کہ اپنے گرد و فواح اور اپنے گاؤں میں غریبہ ، نادار اور یتیم بچہ موجود ہو ، جسکی تعلیم و تربیت کا کوئی انتظام نہ ہو ، اسے دارالعلوم میں بھیج کر ثواب داین حاصل کریں۔ اگر خود نہ پہنچا سکیں تو کادکمان حزب الانصار کو بذریعہ پوسٹ کارڈ اطلاع دیویں۔ تاکہ اس بچے کو منگوانے کا انتظام کیا جاسکے۔ امداد سے دارالعلوم میں داخل کر کے زیور علم و عمل سے آراستہ کیا جائے ۔

دارالعلوم عزیز یہ : دارالعلوم عزیز پاکستان کے بڑی

مدارس میں سے قدیمی دارالعلوم ہے۔ جس میں غریب و نادار یتیم بچوں کو مفت دینی تعلیم دی جاتی ہے۔ ان کے قیام و طعام سبق و طبق کا مدرسہ کفیل ہوتا ہے۔ دارالعلوم میں

حفظ قرآن مجید ، درس نظامی ، صرف ، نحو ، فقہ ، حدیث تفسیر و دیگر فنون کے علاوہ مولوی فاضل ، منشی فاضل کرایا جاتا ہے۔

دارالعلوم کا داخلہ :- غریب مدارس میں تعطیلات پر بندہ شعبہ سے لیکر دس

شوال تک ہونی چاہیے۔ تاکہ رمضان المبارک کے ایام طلبہ اپنے گھروں میں گزریں۔ اور عید الفطر گھر کو نہ کہ بعد واپس مدہ سے پہنچ جائیں۔ چنانچہ دس شوال سے ۲۵ شوال تک دارالعلوم کا داخلہ کھلا رہا۔ تاکہ دروازے کے طلبہ یا ساتھی پہنچ سکیں۔

قابل قدر اضافہ :- عملہ دارالعلوم عزیز یہ میں

مولانا سید غلام محی الدین صاحب پانچ سال رہے۔ اس سال ان کے خانگی حالات نے انہیں گھر رہنے پر مجبور کر دیا۔ جس کی وجہ سے موصوف عملہ حزب الانصار نے سبکدوش ہو گئے ہیں۔ اور ان کے قائم مقام فاضل دیوان مولانا محمد یونس صاحب کا تقرر کیا گیا ہے۔ مولانا موصوف مختلف مقامات پر عرصہ دراز تدوین کا کام کر چکے ہیں۔ جس کی وجہ سے علمی دنیا میں کافی شہرت رکھتے ہیں۔

عشر کی فرضیت اور اس کے احکام و مسائل

(انجنیامولا نامیدہ سیاح الدین ضا کا کاخیل)

یا ایہا الذین امنوا اے ایمان والو تم نے جو الگ انفقوا من طیبات ما کسبتکم و مما اخرجنا لکم من اس میں سے اچھا مال راہ خدا الاسر ض۔ میں صرف کر د۔

پر عمل نہ کرے۔ اور اللہ ہو کہ خداوند تعالیٰ کی دی ہوئی اچھی چیزوں کو خود کھاتا پیتا اور مزے اڑاتا ہے۔ لیکن شکر یہ ادا نہیں کرتا یعنی اس مال کا حق واجب ادا نہیں کرتا۔ اور اللہ کی راہ میں خرچ سے پہلوتی کرتا ہے، تو یہ سخت تعجب و حیرانی کی بات ہے۔ ایمان و اسلام کا دعویٰ رکھتے ہوئے اللہ تعالیٰ کے ایک ایسے اہم اور بنیادی حکم کی پرواہ نہ کرنا اور خدا کے دیئے ہوئے مال کو خدا کی راہ میں خرچ کرتے ہوئے بھی جی چاہا دراصل یہ ثابت کرنا ہے، کہ ایمان کے امتحان میں یہ لوگ کامیاب ہو کہ نہیں نکل سکتے۔ اور یہ ان کم خود دوست و محبت لوگوں میں سے ہیں جو محبت و دوستی کے دعوے تو کرتے ہیں، مگر اپنے محبوب اور دوست کی خاطر حیب سے کچھ خرچ کرنے یا غلہ کے اتار سے کچھ مسکین کو حق دینے کا وقت آتا ہے تو کہتے ہیں: اگر زہد طبیعتی سخن دینا امتحان اللہ کی پابندی میں اور اس پر کامل ایمان لانے والوں کے گروہ میں صرف وہی لوگ شامل کئے جاسکتے ہیں جو اللہ کی محبت پر جان، مال، اطوار، خاندان، وطن اور ہر چیز کی محبت کو قربان کر دیں۔

اللہ تعالیٰ نے انسان پر بے شمار ان نعمات و احسانات کی بارش کی ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ کے حقیقی بندے اور ان نعمتوں کا شکر گزار بن کر بننے والے افراد بہت کم ملتے ہیں۔ و قلیل من عبادی الشکوسہ۔ اور لکن اکثر الناس لا یشکرون۔ مگر جو کافر و باغی ہیں وہ اگر کفر کی نعمت کرتے ہیں تو زیادہ تعجب اس لئے نہیں کہ ان کی تو بنیاد ہی ٹیڑھی اور غلط ہے۔ اس لئے ان کی زندگی کی ساری عبادت ہی ٹیڑھی ہوگی۔ لیکن مرد عموماً یعنی دل سے توحید و رسالت کی تصدیق کرنے والا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ہوئے قرآن مجید اور آپ کے ارشادات کو سچا یقین کرنے والا اور مرد مسلم یعنی اس تصدیق قلبی کے مطابق اپنے آپ کو بالکلیۃ اللہ کے حوالے کرنے والا اور ہر ارشاد خداوندی کے سامنے سرتسلیم خم کرنے اور گردن جھکانے والا اگر ہے یا ایہا الذین امنوا اے ایمان والو جو پاک چیزیں ہم من طیبات ما تم کو رحمت فرماتی ہیں، ان میں بہاؤ قنتم و اشکم سے کھاؤ (اور برقعہ) اور اس للہ ان کنتم اجازت کے ساتھ یہ حکم ہے کہ، ایا لا تصدون۔ حق تعالیٰ کی شکر گزاری کرو۔ اگر تم خاص اس کے ساتھ غلامی کا تعلق رکھتے ہو۔

لن نألو البرحتی تم نیکی کے مقام کو نہیں پاسکتے
تتفقوا مما جب تک کہ وہ چیزیں خلقِ باہ
تحبون میں قرآن نہ کرو جن سے تم کو
دال عمران محبت ہے۔

قرآن پاک میں اللہ تبارک و تعالیٰ نے مومنین کو اتفاق
فی سبیل اللہ وجہ اللہ کھلانے پلانے، شگلوں کو کپڑا پہنانے،
خدا کے دین کی خدمت اور خدا کے بندوں کی مدد میں روپیہ پیسہ
صرف کرنے اور دولت مندی و خوشحالی میں بھی خدا کو فراوان
ذکر کے مال کے متعلق احکام الہی کا پورا پورا خیال رکھنے کی ہدایت
تاکید و تعلیم فرمائی ہے۔

ایک تو اتفاق فی سبیل اللہ اور صدقات و خیرات کی
عام صورتیں ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ نے بھلائی اور نیکی کا عام حکم
دیا ہے، تاکہ لوگ اپنی زندگیوں میں عموماً بھلائی کا طریقہ
اختیار کریں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب قرآن مجید میں متعدد
آیتوں میں یہ بتا کر سمجھا دیا کہ خدا کے اس راستے کا جس میں نیکی
فلاح و کامیابی ہے قاعدہ یہ ہے کہ آدمی کا دل کھلا ہوا ہو۔
جو حق بھی اللہ تعالیٰ نے تصور یا بہت دیا ہو، اس سے خود
اپنی ضرورتیں بھی پوری کرے اور اپنے بھائیوں کی مدد بھی کرے۔
اور اللہ کا کلمہ بلند کرنے کے لئے بھی خرچ کرے۔ اور ماہِ خدا
پہلے اس طرح خرچ کرنے کے سارے طریقے اور ضوابط و
احکام بیان کر دئے گئے۔

اور ایک اتفاق فی سبیل اللہ کی وہ خاص صورت
ہے جو کہ فرض ہے۔ اور جس کو زکوٰۃ کے نام سے تعبیر کیا جاتا ہے
اور اس خاص حکم زکوٰۃ کا مطلب یہ ہے کہ اس قدر مال اگر
تمہارے پاس جمع ہو تو اس میں سے کم از کم اتنا خدا کی راہ
میں ضرور صرف کرو۔ اور اپنی پیداوار تمہاری زمین میں ہو
تو اس میں سے کم از کم اتنا حصہ تو ضرور خدا کی تقدیر کرو۔

یعنی کم از کم اتنا تو ہر مال دار کو ماہِ خدا میں دینا ہی پڑے گا۔
اور اس سے زیادہ جس شخص سے جو کچھ بن آئے وہ
اس کو صرف کرنا چاہئے۔

سونے، چاندی، پھیر، بکری، اونٹ، گائے کی
صورت میں ان اموال کے مالکوں پر جو اتفاق فی سبیل اللہ
فرض اور لازمی ہو جاتا ہے۔ اس کو آج کل عام طور سے
زکوٰۃ کہا جاتا ہے۔ تو اس مقالہ میں اس زکوٰۃ کے متعلق
کچھ لکھنا مقصود نہیں۔ اور زمین کی پیداوار کے متعلق
جو اتفاق فی سبیل اللہ کا حکم ہے، اس کو عام طور سے
عشر کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ اور اس مضمون میں
عشر کے مسائل و احکام اور اس کی حقیقت و اہمیت پر
بحث کی جاتی ہے۔

عشر کی فرضیت و اہمیت

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا ہے :-
یا ایہا الذین آمنوا لے ایمان والو جو پاک مال تم
انفقوا من طیبات لے کماٹے ہیں اور جو پیداوار
ماکسبتم و مما ہم نے تمہارے لئے زمین سے
اخرجنا لکم من نکالی ہے۔ اس میں سے راہ
الارض۔ (بقرہ ۲۷۱) خدا میں خرچ کرو۔
اور سورہ انفاس میں فرمایا :-

وہوللای انشا اور وہی اللہ پاک ہے جس نے
جنت محم و شات باغات پیدا کئے وہ بھی جو
و غیر محم و شات ٹٹیوں پر پڑھائے جاتے ہیں
والضل والذرع دبیسے انگور اور وہ بھی جو
مختلفا اکلمہ و ٹٹیوں پر نہیں پڑھائے جاتے
الزیتون والہامان دبیسے تندرہ اور درخت یا تروند

اسی مضمون کی روایتیں ترمذی وغیرہ کتب احادیث

میں موجود ہیں۔

علامہ ابن عابدین شامی رحمہ اللہ تعالیٰ اللہ الخلد

کے اس قول بحسب العشر کے تحت تحریر فرماتے ہیں:

ثبت ذلك بالكتاب عشر قرآن و حدیث اجماع و

والسنة والاجماع قیاس چاروں دلائل شرعیہ

والمقول ای یفتقر سے ثابت ہے۔ اور اس کا

لقولہ تعالیٰ والواقعہ اما کرنا خداوند تعالیٰ کے ارشاد

یوم حصادہ فان الواقعہ یوم حصادہ کی

عامۃ للمفسرین بنا پر فرض ہے۔ کیونکہ تمام

علیٰ انہ العشر مفسرین فرماتے ہیں کہ اس

او نصفہ و هو اس آیت میں حق سے مراد عشر

مجموعہ یفسرہ یا نصف عشر ہے۔ قرآن کی آیت

قولہ صلے اللہ کے اس اجمال کی تفسیر حضور صلی

علیہ وسلم اللہ علیہ وسلم نے اپنے اس شانہ

ما سقت السماء سے فرمائی ہے، کہ جو بارش کی

ففیہ العشر و پیداوار ہو اس میں دسواں اور

ما سقی بغراب او جو ڈھل چرہ یا رہٹ سے

دالیۃ ففیہ نصف سیراب ہو اس میں بیسواں حصہ

العشر (ج ۲ ص ۶۷) دینا ضروری ہے۔

قرآن مجید کی آیات نیات، بارش اور رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم اور اجماع مجتہدین امت سے ثابت شدہ حکم شریعت

کی اہمیت اور اسکی تعمیل کی ضرورت پر مسلمان کو خود محسوس

کرنا چاہئے اور سمجھ لینا چاہئے کہ اس میں کوتاہی یا غفلت

کرنا کتنی بری بات ہے۔

جان تک مجھے معلوم ہے پنجاب کے ان اضلاع میں

عشر کا مسئلہ بالکل شریعت منسوخ اور نیا نہیں ہے۔ اور

متشابهہا وغیرہ متشابهہ تریوز وغیرہ) اور کجھور کے

کلوامن شمر ادا مدت اور کھیتی دہی اسی

اشمر و اتواحقہ نے پیدا کئے جن میں کھانے

یوم حصادہ ولا کی چیزیں مختلف طوع کی حامل

تسرفوا انہ لا ہوتی ہیں۔ اور زیتون کو اور

یحسب المسرفین اللہ کو بھی اسی نے پیدا کیا۔

(سورۃ انعام ص ۱۷) جو داماد اور زیتون زیتون،

ہام رنگ مزہ شکل مقدار

وغیرہ صفات میں کبھی تو

ایک دوسرے کے مشابہ ہوتے

ہیں۔ اور کبھی، ایک دوسرے

کے مشابہ نہیں بھی ہوتے۔

ان سب کی پیداوار کھاؤ،

جب وہ نکل آئے۔ اور اس

میں جو حق شرع سے واجب ہے، وہ اس کے کاٹنے

اور توڑنے کے دن (میکینوں کو) دیا کرو۔ اور حد سے مت

گذرو۔ وہ یقیناً حد سے گزرنے والوں کو ناپسند کرتے ہیں۔

اور جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

عن ابن عمر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے

عن النبی صلی اللہ فرمایا کہ جو پیداوار اس زمین

علیہ وسلم حاصل ہو جو بارش اور چھوٹ

قال فیما سقت سے سیراب ہوئی ہو اس میں

السماء والعیون دسواں حصہ دینا واجب ہے،

او کان عثریا العشر اور جو اس زمین سے حاصل

وما سقی بالتفع نصف ہوئی ہو جس کو رہٹ وغیرہ

العشر سے سیراب کیا ہو اس میں

(رواہ البخاری) بیسواں حصہ ہے۔

ہست سے مسلمانوں کو یہ علم بھی نہیں کہ ہر فصل کے موقع پر ہم جو
منوں غلہ گھرنے جاتے ہیں۔ یا باغات کا پھل فروخت کر کے
ہزاروں روپیہ حاصل کرتے ہیں۔ ان میں اللہ تعالیٰ کا حق بھی
ہے۔ جس کی ہم نے کبھی پروا نہیں کی۔ کس قدر افسوس کا
مقام ہے کہ قادر و توانا خداوند تعالیٰ نے زمین میں لمبو کی
قوت رکھی۔ اس نے تخم کو درمیان میں پھاڑ کر اس میں سے
کونیل کو نکالا۔ اس نے مٹی، پانی، ہوا وغیرہ سے اس کی
پرورش کر کے چھوٹے سے پودے کو قوت و مضبوطی
دی۔ بارش برسا کر اس کی آبیاری کی۔ سورج اور چاند
کی روشنی سے اس کو بڑھنے، پھلنے، بھونکنے اور پکنے دیا۔
وامنتہ تزیین عوناہ امر نحن الزاسرعون۔ غرض
اسی نے اور صرف کھانے تھامے خرمنوں کو غلہ کے ڈھیروں
سے بھر دیا۔ لیکن تم نے اس کو فراموش کیا۔ اور اس کھیتی کی
پیداوار اور باغات کے میوؤں کے بارے میں اس کے
علم کی کچھ پروا نہ کی۔ جس نے تم کو چالیس من دیا، اس کی
رضامندی کی خاطر تم سے یہ نہ ہو سکا کہ اپنے کسی مسکین بھائی
کو، اپنے کسی بیو کے پڑوسی کو، اپنے کسی محتاج رشتہ دار
کو چار من یا دو من اس کے نام پر دے دیتے۔ مگر تم بخل یا کجوسی
کو، مال کی محبت کو دل سے نکال کر ان مصارف میں اس
پیداوار کا حصہ خرچ کرتے تو سوچو کہ مسلمانوں کے اجتماعی
نظام کے کتنے فوائد حاصل ہو جاتے، کتنے طالب علم
دین کی سمجھ حاصل کر کے کامل مسلمان بنتے اور دوسروں کو
بنادیتے۔ کتنے قییم و لاوارث بچے پڑھ کر مہذب و بااخلاق
ہو کر قوم کے قابل اور کارکن افراد بنتے۔ اور بد اخلاقیوں
پوری، ڈاکہ زنی، دھوکہ بازی اور ناجائز ذلت و آذنی سے
زندگی گزارنے کی سخت سے بچتے۔ مگر کوئی شخص صاف دل
و دماغ کو لے کر سوچے اور خدا وسیع نظر کے ساتھ دیکھے تو

اس کو معلوم ہو جائے گا کہ جو شخص بے غرضی کے ساتھ
جماعت کی بھلائی کے لئے فی سبیل اللہ کچھ خرچ کرتا ہے
اس کا وہ پیہ ظاہر ہی تو حیب سے نکل جاتا ہے، مگر باہر
وہ پھلتا پھوٹتا چلا جاتا ہے۔ یعنی اس سے ایک صالح
نظام زندگی کی تشکیل اور صالح جماعت کی تعلیم و تربیت ہو
جاتی ہے۔ پھر اس صالح نظام اور صالح عنصر کی برکت سے
آزکار اس کو بھی بیشمار فوائد حاصل ہو جاتے ہیں۔ گویا اس کا
وہ مال آفرکار بیشمار فائدوں کے ساتھ اسی حیب میں واپس
آجاتا ہے جس سے وہ کبھی نکلا تھا، اور جو شخص تنگ
نظری، خود غرضی اور کجوسی کے ساتھ پیسے غلہ وغیرہ کو اپنے
پاس رکھتا ہے، اور جماعت کی بھلائی پر مسکینوں کو محتاجوں
کی اعانت و امداد میں خرچ نہیں کرتا۔ وہ ظاہر میں تو اپنا وہ پیہ
محفوظ رکھتا ہے، اپنے گوداموں کو غلہ کی بوریوں سے بھرتا
ہے۔ یا سود کھا کر اسے اور بڑھاتا ہے۔ مگر حقیقت میں وہ
اپنی جماعت سے اپنی دولت گھٹاتا ہے۔ اور اپنی بربادی
کا سامان کرتا ہے۔ سود سے، ماہ خط میں خرچ نہ کرنے سے
کو بظاہر مال بڑھتا دکھائی دیتا ہے، لیکن وہ حقیقت میں
گھٹ رہا ہے۔ جیسے کسی آدمی کا بدن و دم سے پھول
جائے، تو کیا اس کو یوں سمجھو گے کہ یہ قوی و توانا ہو گیا،
نہیں بلکہ وہ تو بیماری یا پیام موت ہے۔ اور ذکوۃ و عشر
سے فی سبیل اللہ بھلائی کے کاموں میں خرچ کرنے سے
ظاہر اتویں معلوم ہو رہا ہے کہ مال کم ہو گیا ہے۔ چالیس
کے اتالیس یا دس من کے نو من رہ گئے۔ لیکن فی حقیقت
حقیقت شناس نگاہوں میں وہ بڑھتا ہے۔ جیسے کسی
مریض کا بدن مسلسل و متقیہ سے اول بار بظاہر گھٹا دکھائی
دیتا ہے۔ مگر اس کا انجام صحت ہے۔ کیونکہ یہ تو اس نے
بدن سے زائد مواد نکال کر معدہ کی تطہیر کی ہے۔ اور معدہ

اداشہ

سائل و مسائل

سوال

ہمارے ہاں زید بنوئے کا عام معمول ہے کہ مثلاً دس تولہ کے کڑے لگے ہوئے ہوں، تو کچھ سونا یا سونے کا زیور استعمال شدہ مثلاً چھ تولہ کا ساتھ لیکر سنا کوڑتے ہیں۔ کہ چھ تولہ تو سونا ہے اور چار تولہ آپ اپنی طرف سے لاکر دس تولہ کے کڑے بنا چکے۔ اور جب زیور تیار ہو جائے تو آپ کو زائد سونے کی قیمت بھی ادا کر دوں گا۔ اور اس بنانے کی اجرت بھی ادا کر دوں گا۔ اجرت اس وقت یا تولے کی جاتی ہے، یا متعارف ہونے کی بنا پر طے نہیں کی جاتی۔ یوں ہر ایک اس پر راضی ہوتا ہے کہ بازار میں عام طور سے جو آئے کر دوں کی اجرت ہوتی ہے وہ ہوگی۔ تو آپ جانتے ہیں کہ اس طریقہ سے زیور بنوانا جائز ہے یا نہیں؟ ایک صاحب نے یہ شک ڈال دیا ہے، کہ سونے چاندی میں صنعت و کاریگری کی کوئی قیمت نہیں ہوتی۔ نیز چار تولہ سونا اس وقت سنا کر سے علیحدہ لینا ضروری ہے۔ ادا کی قیمت اسی وقت ادا کرنا ضروری ہے۔ کیونکہ سونے چاندی کے تبادلہ میں موازنہ کرنے کے شرط ہے کہ مجلس ہی میں طرہین سے قبضہ ہو۔

نیز اسی قسم کا ایک واقعہ بھی پیش ہے۔ میں نے ایک سنا کر کو ۴ تولے سونا دیا۔ اور اسے کہنا کہ چار تولے سونا ادا کر کے مجھے زید بخلاؤ۔ چار تولے کی قیمت اس وقت دوں گا۔ ادا دس روپیہ اجرت بنانے کی۔ زیور اس قسم کا ہے کہ اس میں کمبوٹ وغیرہ طے کی کافی گنجائش ہے۔ زیور تیار ہوا۔ میں نے دیکھا۔ میرا اندازہ ہے کہ اس نے تین تولہ سونا لایا ہوگا۔ ایک تولہ کی پیمائش ہے۔ ادا اس کا اصرار ہے کہ نہیں، میں نے پورا چار تولہ سونا شامل کر دیا ہے۔ اب اگر میں چار تولہ مان کر لیتا ہوں، تو

مجھے سوروپیہ نقصان ہو رہا ہے۔ اور تین تولہ وہ نہیں مانگا۔ اور کہتا ہے کہ میں سوروپیہ نقصان کس طرح برداشت کروں۔ اب آپ بتائیے کہ اس جھگڑے کا فیصلہ شرعاً کس طرح کر دیا جائے؟

الجواب

۱۔ زید بنوئے کا یہ متعارف طریقہ جائز ہے۔ اس میں کسی شک و شبہ کی کوئی ضرورت نہیں۔ فقہاء کرام نے جو حکم دیا ہے کہ سونے چاندی میں صنعت کو اعتبار نہیں، اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر سونے کا سونے سے اور چاندی کا چاندی سے برابر راستہ تبادلہ ہو رہا ہو تو اس بنا پر ایک طرف کم سونا اور دوسری طرف زیادہ سونا مقرر کر دینا۔ کیونکہ کم سونے کا کوئی زیور اچھی صنعت کا ہے، درست نہیں۔ وہی صنعت کو غیر مستقیم قرار دیا ہے۔ ادا اس حکم کی بھی خاص حکمتیں ہیں۔ لیکن اگر سونا چاندی کسی گائیڈ کو دیکر اے کہا جائے کہ اس سے فلاں زیور یا برتن بناؤ۔ ادا اس کی اجرت اتنی دوں گا۔ تو یہ شک و شبہ جائز ہے۔ امام سرخسی نے بسوط میں لکھا ہے مد وان استاجرا جیرا بلہب ادفضة یحل لہ فی فضا معلومة یصوغہا صیاختہ معلومة فہو جائز۔ وکن لک الحلی والافیة وحلیۃ السیف والمناطق وغیرہا لانہ استاجرة لعل معلوم مبدل معلوم فلا تشتروط المساواة بین الاجرة و بین ما یحل فیہ من الفضة فی الوزن لان ما یشتراط لہ من الاجرة بمقابلۃ العمل لا بمقابلۃ محل العمل الا (بسوط ج ۱ ص ۱۳۴)

پار تولد زائد سونے کے ٹاکر زیور بنانے کا مطلب ایسی صورت میں نقصا کرکام کے ہاں یہ ہوتا ہے کہ وہ ستارے پار تولد سونا قرض لے رہا ہے۔ اس کا مطلب یہ نہیں ہوتا کہ وہ چاہ تولد سونا اسی وقت خریدتا ہے۔ لہذا مجلس عقد میں اس کے بدلے میں قیمت ادا کرنا بھی ضروری نہیں۔ ہاں وہ جب زیور وصول کر رہا ہے اس وقت یا تو چاہ تولد سونا جو قرض لے چکا ہے وہ ادا کرے گا۔ یا اس وقت قیمت طے کر کے ۴ تولد کی قیمت چاندی یا سونے کی صورت میں ادا کر دیگا۔ چنانچہ مطابق سرخمی نے بسوط میں ایسے ہی معاملہ کو جائز قرار دیا ہے۔

ولو استأجر صائغاً يصوغ له طوق ذهب بقدر معلوم وقال زدني هذا الذهب عشرة مثاقيل فهو جائز لانه استقرض منه تلك الزيادة وامره ان يخلطه بملكه فيصير قابضاً كذلك شماس تجده في اقامة عمل معلوم في ذهب له ولان هذا اعتاد فقد يقول الصائغ لمن يستعمله ان ذهبك لا يكفي لما تطلبه فيامره ان يزيد من عنده واذا كان اصل الاستصناع يجوز في ما فيه التعامل فكذا لك الزيادة۔ (بسوط جلد ۱۴ ص ۴۹)

آپ نے جس خاص واقعہ کے بارے میں استفسار کیا ہے اس کے متعلق عرض ہے، کہ اگر آپ دونوں میں سے کوئی بھی دوسرے کے قول کو نہیں مانتا۔ اور نزاع کی صورت پیدا ہو گئی ہے۔ تو نزاع کو ختم کرنے کے لئے ایسی صورت میں شرعی فیصلہ یہ ہے، کہ یا آپ قسم کھا کر یہ کہیں کہ اس زیور میں زائد لاٹھا سونا صرف تین تولے ہے۔ تین سے زائد نہیں۔ اس کے بعد یا تو ستار آپ کے قول کے مطابق تین تولد ہی اپنا حق تسلیم کر کے آپ سے تین تولد سونے کا ٹکڑا لے،

یا اس کی متعارف قیمت، اور قصہ ختم ہو جائے گا۔ اور اگر وہ اس پر راضی نہیں تو بنانا یا زیور اس کے پاس رہ جائیگا۔ اور وہ آپ کو آپ کے دئے ہوئے سونے کے برابر چاہ تولد سونا واپس کر دے۔ اور نزاع ختم کر دیا جائے۔ بسوط میں ہے: فان قال قد زدت فيه عشرة مثاقيل وقال رب الطوق انما زدت فيه خمسة فان لم يكن محشواً بوزن الطوق ليطهر به الصادق منها فان كان محشواً فالقول قول رب الطوق مع يمينه لانكاره القبض في الزيادة على خمس مثاقيل الا ان يشاء الصائغ ان يرد عليه مثل ذهبه ويكون الطوق للصائغ لان الطوق في يده وهو غير ساض باذلة يده عنه مالم يعطه عشراً مثاقيل وقد تعذر ذلك يمين رب الطوق فكان للصائغ ان يعسك الطوق ويرد عليه مثل ذهبه۔ (بسوط ج ۱۴ ص ۴۹)

ان عبارات سے مسئلہ کی پوری حقیقت اچھی طرح واضح ہو جاتی ہے :

سوال ۲: میں نے ایک دھوبی کو ۴۵ گز کورا کپڑا دھونے کے لئے دیا تھا۔ ہفتہ گزر جانے کے بعد جب میں نے اٹھا کپڑا لٹکا، تو اس نے مجھے دو تھان دیئے۔ اور کہا کہ یہ آپ کا کپڑا ہے۔ میں نے اس وقت خود سے دیکھا نہیں۔ بس وہی تھان لاکر درزی کو دئے۔ اور ناپ دیکر اس سے کپڑے سلوا دئے۔ قریباً ۸ دن کے بعد یہ آیا اور اس نے کہا کہ دھوبی نے آپ کو جو دو تھان دیئے تھے، وہ تو میرے تھے۔ اور وہ پچاس گز کے تھے۔ ایک ۲۶ گز کا اور دوسرا ۲ گز کا۔ میں نے کہا کہ میں نے تو اپنا کپڑا

فیرجع علیہ بقیتمہ و یعامل بما یعامل بہ الغا
وان ضمن القاطع لم یرجع القاطع بہذا القیمۃ
علی القصاص لانہ ضمن بسبب عمل بائعہ
لنفسہ و فی الوجہین یرجع علی القصاص
بتوبہ لاختراعین ملکہ و قد بقی فی ید القصاص
فیما خذہ منہ۔ واللہ اعلم (مبسط ج ۱۵ ص ۱۳)

سوال: مجھے ایک سائیکل کی ضرورت تھی۔ ایک
دوست خالد نے کہا کہ میں نے یہ سائیکل ڈیڑھ سو روپیہ پر
خرید لی ہے۔ اگر آپ چندہ منافع دیتے ہوں تو میں فروخت
کرتا ہوں۔ میں نے سمجھا کہ آدمی قابل اعتماد ہے، اور سائیکل
جاننے بھی ہے، یہی قیمت اس کی مناسب ہوگی۔ اور میں نے
ایک سو بیسٹھ روپے کر دے سائیکل اس سے لی۔ پرسوں مجھے
معلوم ہوا کہ اس نے خریدی تو ڈیڑھ سو روپیہ میں ہے۔ لیکن
اس نے ۸ مہینے کی میعاد پر خریدی تھی۔ اد اب تک رقم ادا
نہیں کی ہے۔ اور اس وجہ سے اس نے یہ مہنگی خریدی ہے۔
دردہ بیچنے والے نے اس وقت اسے کہا بھی تھا کہ نقد رقم اگر
دے سکتے ہو تو پھر میں اداں دینے پر تیار ہوں۔ یہ سٹلے کے
بعد میں نے اسے واپس کرنا چاہا۔ مگر وہ واپس نہیں لیتا۔ تو کیا
شرعاً مجھے واپس کرنے کا حق ہے یا نہیں؟ خالد نے فروخت
کرتے وقت مجھے یہ نہیں بتایا تھا کہ میں نے ۸ مہینے کی
معاہدہ پر خریدی ہے؟

الجواب: خالد نے اگر آپ پر سائیکل بیچتے وقت
یہ نہیں ذکر کیا تھا کہ میں نے ۸ مہینے کی میعاد پر ڈیڑھ سو
روپیہ سے خریدی ہے۔ تو ایسی صورت میں آپ کو یہ حق
ماصل ہے، کہ سائیکل واپس کر دیں اور اپنی پوری قیمت
واپس لے لیں۔ اس کے لئے یہ جائز نہیں تھا، کہ خود تو
آٹھ مہینے کی میعاد پر خریدی ہے، اور آپ سے اسکی تصریح

مجھ کر اسے پھاڑ ڈالا ہے۔ اور کپڑے سیٹے ہیں۔ اب
کیا ہو سکتا ہے؟ وہ بھگڑنے لگا، اور کہا کہ آپ کا کپڑا تو
اگر کا ہے اور میرا کپڑا ۱۲ اگر کا۔ آپ مجھے اس کا تاوان دیجئے
میں نے کہا کہ دھوئی سے جا کر تاوان لیجئے۔ دھوئی کہتا ہے کہ
مجھ سے غلطی ہو گئی تھی، آپ نے کیوں دیکھے بغیر پھاڑ ڈالا۔
تاوان آپ دیں۔ آپ بتائیے کہ اس بھگڑے کو کس
طرح چکایا جائے؟

الجواب: اس صورت میں زید کو اختیار ہو
چاہے وہ آپ سے تاوان لے لے، کیونکہ اس کی ملوکہ چیز
آپ نے لی ہے۔ اور اس میں تصرف کر کے واپس کرنے سے
روک دیا ہے۔ اور چاہے وہ دھوئی سے تاوان وصول
کرے۔ کیونکہ اس نے زید کا کپڑا اس کے آذن کے بغیر دوسرے
کو دیدیا۔ اور پھاڑنے اور سینے کے بعد واپس کر سکتے سے
نکال دیا۔ لیکن دھوئی جب تاوان ادا کر دے، تو وہ آپ
سے تاوان واپس لے گا۔ کیونکہ آپ نے گویا اس کی ایک
پیز اس کے آذن کے بغیر پھاڑ کر استعمال کی ہے۔ تو آپ
کپڑے کی قیمت اس کو دیں گے۔ ہاں دونوں صعدوں
میں آپ اپنا ۴۵ گز کپڑا دھوئی کے ہاں سے واپس لے آ سکیں گے۔
آپ دھلائی کی مقررہ اجرت دے کر وہ کپڑا وصول کیجیے۔

علامہ سرخسی نے یہ پوری تفصیل مبسط میں اسی طرح مدلل
لکھی ہے: و اذا ساد القصاص علی صاحب الثوب
توباً غیرہ خطأ او عمداً فقطعہ و خاطاۃ ثم جاب
صاحبہ فهو بالخيار فیضمن ایہما شاء لان القصاص
جان فی تسلیم توبہ لی الغیر و القایض فی قبضہ
وقطعہ و خیاطتہ فیضمن ایہما شاء فان
ضمن القصاص فقد ملک القصاص الثوب بالضم
وتبین ان القاطع قطع توبہ و خاطاۃ بخیر امور

کئے بغیر منافہ ہے، اور نقد فروخت کرے، مباح کے
جواز کے لئے یہ شرط ہے کہ مشتری اول، مباح کرتے وقت
یہ بھی بتائے کہ یہ چیزیں نے نقد لی ہے یا سیئۃ لی ہے۔
مبوط میں ہے: "وإذا اشتري شيئاً بنسيئة فليس
لأن يبيعه" مباحۃ حتی یتبین انه اشتراک بنسيئة
لان بيع للمباحۃ بيع امانة تفني عنه كل عمة و
خیانة ویتجزیہ من كل كذب و فی معاریض
الکلام شبهة فلا يجوز استعمالها فی بيع المباحۃ ثم
الانسان فی العادة يشتري الشيء بالنسيئة باكثر
مما يشتري بالنقد فاذا اطلق الاخبار بالشراء
فانما يفهم السامع من الشراء بالنقد فكان من
هذا الوجه بالخبر باكثر مما اشتري به وذلك
خیانة فی بيع المباحۃ۔ (مبوط ج ۱ ص ۱۷۷)

اور اسی طرح ہایہ میں ہے: "ومن اشتري
غلاماً بالف درهم نسيئة فباعه بربح مائة
ولم يمين فحلم المشتري فان شاء سادة وان
شاء قبل الخ۔ والاقدام على المباحۃ يوجب
السلامة عن مثل هذه الخيانة فاذا ظهرت يخير
كما فی العيب۔" (ہایہ اخیرین کتاب المباح)

دوسری جگہ لکھا ہے: "فان اطلع للمشتري
على خيانة فی المباحۃ فهو بالخيار عندا یحذف
ان شاء اخذ بجميع الثمن وان شاء تركه۔"

سوال: ہر بیان ایک دکاندار نے دوسرے
دکاندار سے سٹکی کپڑے کے چالیس تھان خریدے۔ خریدتے
وقت اس نے چند تھان باہر سے دیکھے۔ ہر تھان کو کھول کر
نہیں دیکھا۔ باہر سے دیکھ کر کپڑے کو پسند کیا اور قیمت
طے کر کے پورا بدل لے گیا۔ مگر بے جا کہ اسے خیال ہوا کہ

شاید مجھے اس میں منافہ کی امید نہیں۔ اس لئے وہ پھر آیا
اور بائع سے سودا واپس کر بیٹھ کر کہا۔ اس نے کہا کہ بھائی
آخر بلا کسی وجہ میں سوا کیسے واپس کر سکتا ہوں۔ اور انکار
کر دیا۔ مشتری نے اصرار کیا۔ بائع نے کہا کہ میں شرعاً و
عرفاً کسی طرح واپس لینے پر مجبور نہیں ہوں، اگر شریعت
مجھے واپس کرنے پر مجبور کرتی ہو تو ضرور واپس کر دوں گا۔
مشتری کو کسی صاحب نے یہ مسئلہ بتا دیا کہ شریعت میں
"خيار رویت" ہوتی ہے۔ جو کوئی شخص دیکھے بغیر چیز
خریدے تو دیکھنے کے بعد اسے واپس کر سکتا ہے۔ مشتری
نے اب یہ دعویٰ کر دیا ہے کہ میں نے تو صرف اوپر سے
چند تھان دیکھے تھے۔ میں نے ہر تھان کو کھول کھول کر
نہیں دیکھا تھا۔ اب کھولنے کے بعد مجھے پسند نہیں۔
لہذا شرعاً آپ واپس لینے کے ذمہ وار ہیں۔ بائع تو حکم
شریعت ماننے کے لئے تیار ہے۔ مگر وہ کہتا ہے کہ اب
مک میری سمجھ میں یہ بات نہیں آئی کہ شریعت نے حکم
یوں دیا ہوگا۔ اس بائے میں شرعی مسئلہ آپ بیان
کیجئے۔

الجواب: ہر اتنی بات تو درست ہے، کہ شرعاً
خيار رویت ہوتا ہے۔ یعنی اگر مشتری نے کوئی چیز
خریدتے وقت وہ چیز دیکھی نہیں تو بعد میں دیکھنے پر
اگر اسے ناپسند ہو تو واپس کر سکتا ہے۔ اور بائع واپس
لے گا۔ لیکن دیکھنا ہر چیز کے لئے ہما ہما طرح کا ہوتا
ہے۔ اور فقہاء کرام نے متعدد اشیاء کے بارے میں
ذکر کیا ہے۔ کہ ان کا دیکھنا کیسے ہوتا ہے۔ چنانچہ کپڑے
کا دیکھنا یہ ہے، کہ پیٹے ہوئے تھان کو اگر باہر سے
دیکھا جائے اور پسند کیا جائے تو رویت ہوگئی۔ اور
خيار باقی نہیں رہا۔ ہاں اگر کوئی پھول یا کشیدہ کاری

دیخو ہو جو اس کپڑے میں اصل مقصود بالبیع ہو اور اسے
دیکھا ہو تو اس صورت میں ظاہر کا دیکھنا کافی نہ ہوگا۔
ہدایہ میں ہے: **وَكُنْ النَّظَرُ إِلَى ظَاهِرِ الثُّوبِ مِمَّا
يَعْلَمُ بِهِ لِلْبَقِيَّةِ إِذَا كَانَ فِي طَبْعِهِ مَا يَكُونُ مَقْصُودًا
كَمَوْضِعِ الْعَلَمِ** ا۔ اور غایہ شرح ہدایہ میں ہے: **وَكُنْ إِذَا كَانَ الْمُبِيعُ ثَوْبًا مَطْوًيًا فَإِنَّ الْبَائِعَ يَقْضِي
بِأَنْكَسَارِ ثَوْبِهِ بِالطَّيِّ وَالنَّشْرِ فَيَكْتَفِي بِرَوِيَّةِ مَا
يَدُلُّ عَلَى الْعَلَمِ بِالْمَقْصُودِ عَلَى حَسَبِ اخْتِلَافِ
الْمَقَاصِدِ** اھ۔ برابر ہمارے فتح القدیر مصری ج ۱ ص ۱۲۷
پس صورت مذکورہ بالا میں جب کچھ تعان مشتری
نے دیکھے ہیں۔ اور باقی ماندہ تعان بھی بعینہ اسی قسم کے
ہیں۔ ان میں کوئی فرق نہیں۔ تو خیال دیتے کی بنیاد شرعاً وہ
واپس نہیں کر سکتا۔ اور بائع واپس لینے پر مجبور نہیں۔ ہاں
اگر تعانوں کے اندر کوئی عجیب ہے، اور ایسی خوابی ہے،
جس سے بازار میں اس کی قیمت گھٹتی ہے، تو پھر خیال
عجیب کی بنیاد واپس ہوگی۔ اور اگر عجیب موجود نہیں تو واپس
نہیں کر سکتا۔ **بِمَوْضِعِ** میں ہے: **وَإِذَا نَظَرَ إِلَى الْعَدْلِ
مَطْوًيًا وَلَمْ يَنْشُرْهُ شَمَاشْتَوَا لَا فُلَيْسَ لَهُ أَنْ
يَرُدَّهُ إِلَّا بِعَيْبٍ لِأَنَّهُ قَدْ سَأَى طَرَفًا مِنْ كُلِّ ثَوْبٍ
وَسَأَوِيَّةٌ جَزْءٌ مِنَ الْمَقْصُودِ عَلَيْهِ كَسَأَوِيَّةِ الْكُلِّ
فِي اسْتِخَارِ الْهَوِيَّةِ الْإِنَّ يَكُونُ فِي طَيِّ الثُّوبِ
مَا هُوَ مَقْصُودٌ كَالطَّرِازِ وَالْعَلَمِ فَخِيَّتُهُ لَا يَسْقُطُ
خِيَارُهُ مَالِ الْمِيْرَدِ لِلْمَوْضِعِ لِأَنَّ مَالِيَّةَ الْحَقِّ
عَلَيْهِ تَخْتَلِفُ بِاخْتِلَافِ الْمَقْصُودِ وَالْمَقْصُودِ
بِالْهَوِيَّةِ الْعَلَمِ بِمَقْدَارِ الْمَالِيَّةِ** (بموضع سرفی ص ۱۳۸)

سوال ۵ ہر میں ایک ادنیٰ کبیل خریدنے کے لئے
دکان میں گیا۔ دکاندار نے ایک کبیل دکھائی جو مجھے پسند آئی

میں نے قیمت پوچھی، اس نے کہا کہ اب تو مجھے یاد نہیں کہ
یہ میں نے کتنے میں خریدی ہے۔ بیچک گھر میں ہے۔ آپ فکر
کیوں کرتے ہیں، آپ خرید کر لے جائیے۔ میں اس نمبر کبیل کی
قیمت دہاں دیکھ کر اس پر وہ چمپہ خرید کر چلا اور منافہ لگا دیا۔
آپ پھر وہ قیمت دیں گے۔ میں کبیل لے کر آیا۔ دس بارہ روز
کے بعد وہ کبیل کوٹی چاکر لے گیا۔ اب دکاندار کہتا ہے کہ وہی
اصل قیمت ایک سو بیس روپیہ تھی اور پانچ آپ نامزد کیے۔
کل ایک سو پچیس روپیہ دینے۔ اور مجھے اگر اس وقت معلوم
ہوتا تو میں زیادہ سے زیادہ صرف اسی روپیہ دیتا۔ اب
میں جب کہتا ہوں کہ بھائی یہ تو آپ بہت بتلاتے ہیں، تو
وہ کہتا ہے کہ پسند نہ ہو تو کبیل واپس کر دو۔ اب میں کبیل
کہاں سے واپس کر دوں۔ ہمارے اس نزاع کا شرعی فیصلہ
کیا ہوگا؟

الجواب ہر آپ دونوں نے پہلی غلطی یہ کی ہے کہ
اس وقت ثمن کی تعیین نہیں کی۔ اور ثمن بھول رہے دیا۔
شرعاً اس طرح بیع فاسد ہوتی ہے۔ اور فاسد قرار دینے کی
توجیہ وہ ہے کہ ایسی صورت میں آگے جھگڑے پیدا ہوتے
ہیں۔ اس لئے فقہاء کرام نے ایک قاعدہ کلیہ بیان کیا ہے کہ
کل جہالة تقضی الی المنازعة فهو مفسدة للبیع۔
بیع و ثمن کفرہ کی ہر وہ حالت (علمی، جس سے آگے جا کر
جھگڑا پیدا ہوتا ہو وہ بیع کو فاسد کرنے والی ہے۔ آپ نے جب
اس وقت ثمن متعین نہیں کیا اور کبیل لی کر گئے تو یہ عقد فاسد
ہے۔ شرعاً آپ کو یہ حکم تھا کہ آپ کبیل واپس کرتے۔ اور ثمن
معلوم کر کے پھر نئے سرے سے عقد کرتے۔ تو یہ کبیل آپ
کے قبضہ میں مضمون بالقیمت ہے۔ یعنی ہلاک ہو جائے
گی صورت میں آپ کو بطور تاوان اس کی قیمت دینی پڑتی۔ یہی
اب جب کہ کبیل کوٹی چاکر لے گیا ہے۔ تو باقی جھگڑے کا

محسن مجاہد

(محترم نسیم حجازی)

انسانیت کی فتح تھی، وہ باطل کے خس و خاشاک کے لئے ایک سیلاب، ظلم کے ایوانوں کے لئے ایک زلزلہ، مظلوموں، بیگسوں اور عدل و انصاف کے متلاشیوں کے لئے روشنی کا دیا تھا۔

وہ دنیا کے ایک تاریک گوشے میں حق و صداقت کا طبردار بن کے آیا۔ اس کے لوہے نے ہر لوہے کو کاٹا۔ اس کے پرچم کے آگے تمام پرچم سرنگوں ہو گئے۔ وہ ایک طوفان تھا جس کے سامنے مزاحمت کی ہر دیوار ٹوٹ گئی۔ وہ ایک فوج تھا جس کے سطوت کے سامنے بڑے بڑے سرکشوں کی گردنیں جھک گئیں۔ اس کے مشعلی بھرماء تاجداروں کے سامنے دشمنوں کی لاتعداد افواج تنکوں کا انبار ثابت ہوئیں۔ پھر جب وہ اپنے مشن کی تکمیل کے بعد واپس جا رہا تھا تو وہ لوگ جنہوں نے اپنا بدترین دشمن سمجھ کر طواغوت سے اس کا راستہ روکنے کی کوشش کی تھی، اسے اپنا بہترین دوست اور مجدد سمجھ کر اس کے راستے میں پھولوں کی سیرج بچھا رہے تھے۔ یہ حماد الدین محمد بن قاسم تھا۔ عرب کا ایک سرور سالہ نوجوان جس کو قدرت نے سندھ کی سرزمین میں اسلام کا جھنڈا نصب کرنے کے لئے منتخب کیا تھا۔

پہلی صدی ہجری کے آخری سالوں میں مسلمانوں کی فتوحات کا ایک سیلاب یک وقت شمال میں ترکستان، مشرق میں چین اور مغرب میں سپین کے دروازوں پر دستک دے رہا تھا۔ اچانک ایک حادثے نے اس سیلاب کی ہر کارخ سندھ کی طرف پھیر دیا۔ سندھ کے ایک مغزز راہب دہرتے ویل کی بند گاہ پر

محمد بن قاسم اندھی کی طرح آیا، بدل کی طرح برسا اور جب سندھ کے ویرانوں میں برسا گئی تو وہ پھولوں کی ملک بن کر خضعت ہو گیا۔

عرب کے آسمان سے ایک ستارہ ٹوٹا اور سندھ کی تیر و تار فضاؤں کو روشن کرنے کے بعد اچانک، دپوش ہو گیا۔ اس کی فتح

بقیہ صفحہ گذشتہ : بر فیصلہ یوں ہوگا، کہ نہ تو آپ کی پسند اشیا رو پر فیصلہ ہوگا، نہ بائع کے بتلائے ہوئے نم ۱۳۵ پر خرید جائے۔ دیکھا جائیگا کہ بازار میں اس خبر کے کسبل کی قیمت عام طور سے کیلے۔ اسی پر فیصلہ ہوگا۔ چاہے وہ کم ہو یا زیادہ۔ آپ کو دینا پڑیگا۔ اور کمانڈ کو لینا پڑیگا۔ موقوف میں ہے۔ وکڈ لٹ ان اشتوری بر قمر فہو فاسد فان لخبیرہ برقہ فہو بالخیار لیکشف الحال لئلا لان البیع انما یظہر کونہ سراجا او خاسرا فی حقہ افا علم بالقون فصار کما لو اشترا شیئا لم یرہ ثم سارا کڈ لٹ ہہنا۔ وان استہلک المشترا قبل ان یحجزہ فعلیہ القیمۃ لانہ فی یدہ لا یجزم عقد فاسد فیکون مضمونا بالقیمۃ عند تعدد السامد و بعد الاستہلاک لا یمکن تصحیح العقد فیہ باعدام سراس مالہ لانعدام اللحل فان تصحیح العقد بازالۃ للفسد نظیر الاجازۃ فی البیع الموقوف فکمالا یفخذ البیع بلاجازۃ الا عند قیام اللحل فکڈ لٹ لا یصح باقامۃ للفسد بعد ہلاک اللحل اھ (موقوف ج ۱ ص ۱۲۰)

میرانید سے شرب کی طرف جانے والے مسلمانوں کے جہاز لوٹ گئے۔ اور انہیں قید کر لیا۔ ایک مسلمان لڑکی کی فریاد عوام کے گوشہ گوشہ میں پھیلی۔ اس لڑکی نے اپنی قوم کے بیٹوں کو ان کی غیرت اور حریت کا واسطہ دیکر مدد کے لئے پکارا تھا۔ وقت کی مصلحتوں کا تقاضا تھا کہ جب مسلمانوں کی افواج مرکز سے سینکڑوں میل دور محاذوں پر لڑ رہی ہیں۔ اور حکومت کے اسلحہ خانے کی ہر تلوار ترکستان اور اسپین کی فتح کے لئے وقف ہے۔ ایک نیا محاذ نہ کھولا جاسکے۔ لیکن غیرت کا تقاضا کچھ دیتا تھا۔ غیرت مصلحت پر غالب آتی۔ حکومت کے سپاہیوں کے بجائے قوم کے دھماکار میدان میں نکل آئے۔ جن لوگوں کو خلیفہ بن محمد الملک اور حجاج بن یوسف سے عداوت تھی وہ بھی اپنی قوم کی مظلوم بیٹی کی پکار سے متاثر ہوئے بغیر زدہ سکے۔ چند دنوں میں ایک نئی فوج تیار ہو گئی۔ اس فوج کا سپہ سالار تلاش کرنے کے لئے حجاج بن یوسف سے اپنے گرد و پیش کا جائزہ لیا۔ اور اس کی نگاہ ایک نوجوان کے چہرے پر مرکوز ہو کر رہ گئی۔ یہ اس کا اپنا داماد عمر بن قاسم تھا۔

دنیا کی تاریخ میں ایسی کوئی مثال نہیں کہ ایک سترہ سالہ نوجوان کو ایک دور افتادہ ملک فتح کرنے کی ذمہ داری سونپی گئی ہو۔ اور وہ بھی ایک مٹھی بھر فوج کے ساتھ، لیکن حجاج بن یوسف کی دور رس نگاہ میں اس نوجوان کی روشن پیشانی پر سندھ کے مقدمہ کی تاریخ پڑھ چکی تھیں۔ اور شاید قدرت کو بھی یہی منظور تھا کہ ایک مظلوم بہن کی آواز پر بیک کہنے کی سعادت ایک کسں بھائی کے حصے میں آئے۔ سندھ کے مفرد حکمران نے مسلمانوں کی غیرت کا امتحان لینے کی برکت کی۔ اور محمد بن قاسم فرزند ان اسلام کی غیرت کا نمونہ بن کے آیا۔

راجہ داہر کو اپنی فوجوں پر ناز تھا، اسے اپنے تھکوں کی مضبوطی پر بھروسہ تھا۔ اپنے دیوتاؤں کی مدد پر یقین تھا۔ سمند

میں اس کے جہاز اور خشکی پر اس کے جنگی ہاتھی بڑے بڑے حملہ آوروں کا منہ توڑ دینے کے لئے کافی تھے۔ اس کی وسیع سلطنت سمند کے ساحل سے لیکر بلوچستان کے پہاڑوں اور راجپوتانہ سے لے کر پنجاب میں لٹان تک پھیلی ہوئی تھی۔ اس کے علاوہ آس پاس کی چھوٹی چھوٹی ریاستوں کے حکمران اس کے باج گزار تھے۔ اور خطرے کے وقت ہزاروں سپاہی اس کی مدد کے لئے بھیج سکتے تھے۔

دوسری طرف ان سرفروشیوں کی مٹھی بھر محتاجت جو فتح کے لئے اپنے مقصد کی صداقت کو کافی سمجھتے تھے۔ اور یہ مقصد اپنی بیٹی کی توہین کا اتمام لینے یا چند مسلمانوں کو راجہ داہر کی قید سے آزاد کرانے تک محدود تھا۔

محمد بن قاسم سندھ کے لاکھوں انسانوں کو راجہ داہر کے جبر و استبداد سے نجات دلانے کے لئے آیا تھا۔ اپنی قوم کی ایک بیٹی کی پکار میں وہ سندھ کی لاکھوں مظلوم، بے کس اور مجبور بیٹیوں کی خراب دسج چکا تھا۔ اس کی تلوار ایک نظام حکومت کے خلاف بے نیام ہوئی تھی۔ جس کی زنجیروں میں جکڑی ہوئی مظلوم اور بے بس انسانیت دم توڑ رہی تھی۔ وہ انسانیت کا بول بالا کرنا چاہتا تھا۔ چنانچہ انسانیت کا بول بالا ہوا۔

دہل کے قلعے کی مضبوط دیواریں اس کے عزم و استقلال کے سامنے ریت کا انبار ثابت ہوئیں۔ برہمن آباد میں ہاتھیوں کے دستے حرب کے شہسوار کو مرعوب نہ کر سکے۔ مسلمانوں کی تلوار کے سامنے دشمن کی تلواں بے نیام ہوئیں۔ لیکن مسلمانوں کو فتح ہوئی۔ راجہ داہر مارا گیا۔ اور اس کے حلیف لاشوں کے انبار چھوڑ کر بھاگ گئے۔

دہائے سندھ کی سرکش مو میں بھی اس کم سن سالہ کو مرعوب نہ کر سکے۔ وہ نروں اور ارد کی زد مگڑھوں میں دشمن کی قوت مدافعت کو کچلتا ہوا لٹان تک جا پہنچا۔ لٹان

فتح ہوا۔ اب سائے سندھ پر محمد بن قاسم کا قبضہ ہو چکا تھا۔ اس کا کامیابی فوجوں قلعوں اور شہروں کی تسخیر تک ہی محدود نہ تھی۔ بلکہ وہ اس سے کہیں زیادہ عظیم الشان فتح حاصل کر چکا تھا۔ اور یہ فتح دشمن کے قلوب کی تسخیر تھی۔ اس سبب سے لے کر ملتان تک سندھ کے باشندوں نے صرف اس کی تلوار کے بوجھ ہی نہیں دیکھے تھے۔ بلکہ وہ یہ بھی دیکھ چکے تھے کہ اس آہنی انسان کے سینے میں محبت، رحم اور مردت کے جذبات کا ایک دریا ٹھاٹھیں مار رہا ہے۔ وہ مہاراجہ جس کے بازو جنگ کے میدان میں تلوار چلاتے چلاتے شل ہو جاتے تھے۔ فتح کے بعد اپنی بیٹی پر شکر اٹھائے اپنے زخمی دشمنوں کو پانی پلایا کرتا تھا۔ ان کے زخموں کو اپنے ہاتھ سے مرعہ لگایا کرتا تھا۔ وہ ایک طرف ظالم، مغرور اور خود سر راہوں کے تاج روند رہا تھا۔ اور دوسری طرف بے بسوں اور مظلوموں کو اٹھا کر اپنے سینے سے لگا رہا تھا۔ دینا کے اس تارک گمشدے میں اپنے والوں نے ایک وقت ایک انسان میں یہ صفات نہیں دیکھی تھیں۔ اس لئے وہ اسے دیوتا سمجھنے لگے۔ اور اس کی مودتیاں بنا کر پوجنے لگے۔ لیکن جب اس نے انہیں یہ بتایا کہ میں خدا کا ایک عاجز بندہ ہوں، آؤ تم بھی اس کے سامنے سر جھکا دو۔ تو لاکھوں انسانوں نے کھٹے تو جید پڑھ لیا۔

سندھ کی تسخیر کے بعد محمد بن قاسم کے سامنے ہندوستان کے وسیع میدان تھے۔ سندھ کی طرح یہاں بھی ستم رسیدہ انسانیت کی نجات دہندہ کا راہ تک رہی تھی۔ جب اس نے سندھ پر چڑھا تو اس کے ساتھ چھ ہزار اور بعض ٹوڑے بین کے بیان کے مطابق بارہ ہزار سپاہی تھے۔ اور اس فوج کے ساتھ اس نے کبھی دشمن کی پچاس ہزار اور کبھی ایک لاکھ فوج کو شکست دی تھی۔ لیکن جب وہ ملتان پہنچا تو ہزاروں نو مسلم اس کے جھنڈے سے جمع ہو چکے تھے۔ سندھ کے میدانوں میں محمد بن قاسم نے

صرف راجہ داہر کا فوج کو ہی مغلوب نہیں کیا تھا، بلکہ واجپتانہ سے لیکر گجرات تک جو بیسیوں راجے ان کی مدد کے لئے آئے تھے وہ بھی محمد بن قاسم کی طاقت کا لہو مان پکے تھے۔ سندھ میں انہوں نے جو کچھ دیکھا تھا وہ انہیں یقین دلانے کے لئے کافی تھا کہ جو سیلاب ملتان تک پہنچ چکا ہے وہ اب کہیں نہیں رک سکتا۔ لیکن حجاج بن یوسف اور ولید بن عبد الملک کی بے وقتہ مداخلت نے محمد بن قاسم کو آگے بڑھنے کی اجازت نہ دی۔

حجاج بن یوسف کے خاندان کے ساتھ نئے خلیفہ سلیمان کے بغض و عقاد نے عالم اسلام کو ایک الواعزم سپہ سالار سے محروم کر دیا۔

حماد الدین محمد بن قاسم فاتح سندھ سلیمان بن عبد الملک کے قیدی کی حیثیت سے واپس جا رہا تھا۔ اور سندھ کے باشندے یہ محسوس کر رہے تھے کہ ان کا دیوتا ان سے چھینا جا رہا ہے۔ لاکھوں عورتیں، بچے، بوڑھے اور نوجوان عقیدت اور محبت کے آئینوں سے اسے الوداع کہہ رہے تھے۔ اور یہ آئندہ ایک فاتح کے لئے سبک بڑا خراج تھا۔

محمد بن قاسم آمدھی کی طرح آیا، بادل کی طرح برسا اور جب سندھ کے دیوانوں میں بار آگئی تو وہ عیدوں کی محک بن کر رخصت ہو گیا۔ عرب کے آسمان سے ایک ستارہ ٹوٹا اور سندھ کی تیرہ و تار فضاؤں کو روشن کرنے کے بعد روپوش ہو گیا۔ اس کی فتح انسانیت کی فتح تھی۔ وہ باطل کے خس و خاشاک کے لئے ایک سیلاب، ظلم کے یوانوں کے لئے ایک زلزلہ اور مظلوموں، بے کسوں اور عدل و انصاف کے متاثرین کے لئے روشنی کا غبار تھا۔ اس کی زندگی شام و مشرق طالع اقبال کے اس شعر کی تفسیر تھی۔

جس سے جگر ڈال میں ٹھنک ہو وہ شبنم
دیا توں کے دل میں سے دیا توں وہ طوقاں

خلیفۃ المسیح ابن خضر صلی اللہ علیہ وسلم البورہ المزمین خضر صلی اللہ علیہ وسلم کی

باہمی محبت و مودت کا نظارہ

(المآثر)

فردوسی تھا کہ وہ سابقہ حکومت کو بدترین جرموں کا مرتکب قرار دے کر اپنے حامن کی معصومیت ثابت کریں۔ اور اطراف ممالک میں عام بذات کو اس رنگ میں حاصل کریں کہ مملوک الحکومت لوگ خطا کار تھے، اور موجودہ دور کا اقتدار پسند خاندان تمام ان خامیوں سے پاک ہے۔

بنو عباس نے مصلحت حکومت اور سیاسی چال کے ماتحت مافقیہ نسب اور مسئلہ الامت کا پروپیگنڈا شروع کیا۔ آل عباس نے ہر

قرابت بنوی اپنی شوکت و شہمت و خلافت کے استحقاق کو ثابت کیا۔ بنو عباس کی انتظام حکومت تک کے طویل عرصہ میں ہمیشہ یہ پروپیگنڈا اور غلط شہرت اپنے ذہنوں پر رہی، جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ بالآخر متعدد سالوں کی متواتر مسلسل کوششوں پر ان کا رنگ

لاکڑھی۔ اور عوام کے دل میں یہ خیال جاگزیں ہو گیا کہ خلافت کے اصلی حقدار بنو ہاشم ہی تھے۔ لہذا سیدنا علی اکرم اللہ وجہہ

اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ سب سے زیادہ مستحق خلافت تھے۔ اس نظر کی تائید میں ایسی روایات بھی گھڑی گئیں، جن

سے سیدنا علی اکرم اللہ وجہہ و حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ میں باہمی دل و دماغ و عباد کا اظہار ہو سکے۔ صدیوں کا مسلسل پروپیگنڈا

کا میاب ہوا۔ زبان خلق و اقعات کے خلاف متحرک نظراتی سے عوام نے اس مسئلہ میں کوئی زیادہ تحقیق نہ کی۔ اور

اسکی اہمیت کا فیصلہ صرف لوگوں کی زبانوں پر موقوف رکھا۔

بعض لوگ اپنی کم علمی اور مخالفین صحابہ کرام کی خود ساختہ روایات کے ماتحت پر سمجھ بیٹھے، کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حقیقی جانشین اور خلیفہ المسیحین ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت پر بیعت نہیں کی، یا اگر بیعت کی بھی ہے، تو حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے انتقال کے بعد، یعنی چھ ماہ بعد کی ہے۔

ہم آج اس بحث کو معاف کرنا چاہتے ہیں۔ تاریخی واقعات اور معتبر روایات کی روشنی میں یہ ثابت کریں گے کہ یہ خیال عوام کے دل میں محض ناواقفیت اور خفاقی ناشناسی کے باعث پیدا ہوئے۔ حضرت علی اکرم اللہ وجہہ کی شان اس سے کہیں بالاتر ہے۔ کہ ان کی طرف ایسا فعل منسوب کیا جائے۔ جو امت اسلامیہ میں انفرادی و تشکیلی باعث بن سکا ہو۔

انقلاب حکومت میں جب تک پہلک کے جذبات میں انقلاب نہ ہو، حکومت کی پختگی اور وثوق ناممکن ہے۔ اور جب تک

عام خیالات اور توقعات کلاسیک یعنی حکومت سے ٹوٹ کر دوسری موجودہ حکومت سے وابستہ نہ ہو۔ اور جب تک قسطنطین

مستحکم میں رفتار تبدیل نہ ہو، اس وقت تک غالب و تسلط حکومت کا اقتدار پیدا نہیں ہو سکتا۔ اسی نظریہ کے پیش نظر

جب بنی امیہ کی حکومت آخری سانس لیکر ختم ہوئی۔ اور حاکم حقیقی نے بنی امیہ کا اقتدار اقتدار آل عباس کے سپرد کیا۔

اس وقت بنو عباس کو اپنی حکومت و شوکت قائم کرنے کے لئے

حالانکہ یہ طریق تحقیق کوئی وقت نہیں رکھتا۔ کیونکہ جب تک اصلی واقعات بے نقاب نہ ہوں، اور حقیقی حالات سے غلط پردہ نہ اٹھایا جائے، اس وقت تک کسی صحیح تفسیر تک پہنچنا نہ صرف دشوار بلکہ محال ہے۔

اب ہم خلیل میں دنیا کے سب سے بڑے مسلم محدث و مفسر کے بیان کردہ چند تاریخی واقعات پیش کر کے اصلی حالات کی نقاب کشائی کرتے ہیں۔ اور حقائق کو معروضِ خفا سے نکال کر منصفہ شہود پر جلوہ گر کرتے ہیں۔

ابن کثیر کو علی طبقہ میں تابعی و تفسیر کی حیثیت سے جس قدر وقعت و وقار کی نگاہوں سے دیکھا جاتا ہے، اسکی مثال شاہِ ونا در ملکی ہے۔ اور ابن کی مشہور و معرکہ اللہ اور تصنیف اللہ ابیۃ والنهاية کو تابعی و تحقیقی لحاظ سے جو اخیازی شان حاصل ہے، وہ شان بھی کسی دوسری تصنیف کا مشکل سے نصیب ہوا۔ ہر تاریخی روایت کو مسند کے ساتھ اور کامل تحقیق کے ساتھ اپنی کتاب میں درج کرتا ہے۔ حسب ذیل آقاہیات اس میں درج کئے جاتے ہیں:-

وقد اتفق الصحابة رضي الله عنهم على بيعة الصديق رضي الله عنه في ذلك الوقت حتى علي بن ابي طالب رضي الله عنه ما رواه البیهقي عن ابی سعید الخدری۔ (البدایۃ والنهاية ج ۲ ص ۲۰)

یہی مسلم مؤرخ و مفسر اسی کتاب کے دوسرے صفحہ پر رقمطراز ہیں:-

واخرجہ الحاکم نے اور عاکم نے اپنی مستدرک میں مستدرک کہ من طریق عفان بن مسلم عن منفذ ابی روایت کی ہے جیسی وہیب مطولا نحو ہم پہلے روایت کر چکے ہیں۔ اور ماتقلا م و س و یثا ہمیں بھی محالی عن القاسم بن عن طریق الحاکم عن سعید بن عاصم عن الحریری عن ابی نضرۃ المسیب عن علی بن عاصم عن الحوریری روایت ملی ہے۔ انہوں نے بھی عن ابی نضرۃ عن حضرت علی اور زبیر کی بیعت کے متعلق تصریح کی ہے کہ وہ اسی دن در و ذوال، واقع ہوئی۔ رضی عنہما یومئذ و اور موسیٰ بن عقبہ نے اپنی قال موسیٰ بن عقبہ مغازی میں سعد بن ابراہیم نے فی مغازیہ عن سعد بن ابراہیم سے روایت کی جو بن ابراہیم حدثنی لایا ہے۔ احمد کلمہ اس کا والد ابی ہان ابابہ عبد الرحمن بن عوف بن عوف کان مع عمر و حضرت عمر کے ساتھ تھے۔ اور ان محمد بن مسلمہ کسر حضرت ابو بکر نے خطبہ دیا، اور سیف الزبیر ثم خطب ابو بکر و اعثلا س الے ہوئے فرمایا۔ کہ خدا کی قسم میں الناس و قیل والله ما شب وہ دن کے کسی حصہ میں آتا گنت حریصا علی الامارۃ کا طالب تھا۔ اور نہ ہی میں نے یومنا ولا لیلة ولا سالتھا کبھی خلوت و جلوت میں بیٹائے اللہ فی سر ولا علانیۃ قدوس سے اس قسم کی کوئی تمنا کی فقبل المهاجرون مقاتلة پس ماہرین نے حضرت ابی بکر کی وقال علی والزبیر ما الا اس کلام کو تسلیم کیا۔ اور حضرت

شمس نظام بصرہ
جون ۱۹۵۲ء
۱۸
۱۹
۲۰
۲۱
۲۲
۲۳
۲۴
۲۵
۲۶
۲۷
۲۸
۲۹
۳۰
۳۱
۳۲
۳۳
۳۴
۳۵
۳۶
۳۷
۳۸
۳۹
۴۰
۴۱
۴۲
۴۳
۴۴
۴۵
۴۶
۴۷
۴۸
۴۹
۵۰
۵۱
۵۲
۵۳
۵۴
۵۵
۵۶
۵۷
۵۸
۵۹
۶۰
۶۱
۶۲
۶۳
۶۴
۶۵
۶۶
۶۷
۶۸
۶۹
۷۰
۷۱
۷۲
۷۳
۷۴
۷۵
۷۶
۷۷
۷۸
۷۹
۸۰
۸۱
۸۲
۸۳
۸۴
۸۵
۸۶
۸۷
۸۸
۸۹
۹۰
۹۱
۹۲
۹۳
۹۴
۹۵
۹۶
۹۷
۹۸
۹۹
۱۰۰

علی اور زہیر نے فرمایا، کہ ہمیں خلافت حضرت صدیق مہدی سے تھی۔

المشورة وانما نرى مرف يبي اعتراض تھا، کہ ہم

ایا بکری احق الناس بها مشورہ سے رہ گئے۔ ورنہ ہم

اسنے 'صاحب الغار' جانتے ہیں کہ حضرت سیدتی

وَمَا لِنَعْلَمَ شَرَفَهُ رُوئے زمین کے لوگوں سے

وَحَيْرٌ وَلَقَدْ

امیرہ رسول میں - اور رسالتیہ کے معنی

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غار ہیں۔ اور ہم ان کے شرف

علیہ وسلم و غیر کو اچھی طرح جانتے ہیں

بالصلوة بالناس اور مزید برآں یہ کہ آنحضرت

وہو سی ۔

زندگی میں لوگوں.....

کی امامت کا حکم فرمایا۔

ابن کثیر کی اس روایت سے محب ذہن باتیں

بظور نتائج ثابت ہوئیں :-

(۱) حضرت علی اور حضرت زبیر نے اسی دن بیعت

کی، جس دن تمام صحابہ نے کی۔ یعنی سقیفہ میں۔

(۲) عفت مدیق کی بیعت پر سب صحابہ نے

تفاق واجماع کیا۔

(۱۱۱) یہ روایت جز واحد ہی نہیں بلکہ حاکم وغیرہ سب

خلافت حضرت صدیق تھے ۔

۱۸۱ عفت علی کی رائے میں عفت مدیق آنحضرت صلی

اللہ علیہ وسلم کے صاحب غارتھے۔

(۹) حضرت علی نے فرمایا کہ آنحضرتؐ نے اپنی زندگی میں

امامت نماز کا منصب و مطلق اکثر رضی اللہ عنہ کے سیر دکھا۔

ابن اس کے بعد ابن کثر رحمۃ اللہ علیہ کا اسم بیان ہے

ملاحظہ فرمائیے۔

وهذا الالاق لعلي رضي الله عنه

اللہ عنہ والذی یدل کی۔ نعت شان کے لائق بھی

عليه الآثار من شهوة مي تھا کہ اور وہ روایات بھی

من الصلوة وخروجہ یہ ثابت کرتا ہے۔ من سے

معه الى ذى القعدة حضرت عليا ك حُفرت ممدود

بعد موت رسول کے ساتھ نماز پڑھنا۔ اور واقعہ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

وسلم کما منوم ۱۵۵ کہ ہم آگے جان کر رہے ، اور علم

میں شامل ہو کر مشورہ و نصیحت

المشورة بدین درنا ظاہر موتا ہے۔ اور جو بعض

بدیہ و اما ماتی اخادیش غریبہ وارد ہوتا ہے کہ

من مباحثہ امام احمد

سوت فاطمہ وقد ماتت سے عفت فاطمہ کی وفات کے

یہی اہمہا علیہ السلام بعد بیعت کی۔ اور حضرت فاطمہ

ستہ اشرفاً لک نے ہمارے آبِ علیہ السلام و

تجمل علی انہا بیعة سلمے یہ ماہ بعد وفات مانی.

نیۃ ازلت ماکان پر دوسری بیعت تھی۔ اور اس

ذات بالنص عن رسول توکنایہ صدقہ کی حدیث
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور نص نبوی کے ماتحت
فی قولہ لا نوسات ما منع کرنے سے واقع ہوا تھا
توکنایہ صدقہ ۲۹۹۹۹۹ زائل ہو گیا۔

(۱) ابن کثیر کی اس بات سے جو اس نے احادیث و اخبار
کی روشنی میں مرتب کی ہے، حسب ذیل نتائج نکلتے ہیں :-
حضرت علی کی رفعت شان کا متفقہی یہی تھا کہ وہ
حضرت صدیق کی بیعت کرتے۔

(۲) بہت سی روایات اور احادیث بھی اس نظریہ کی موید ہیں
(۳) حضرت علی رضی اللہ عنہ حضرت صدیق کی اقتدار
میں غازیں پڑھتے تھے۔

(۴) مجلس مشاورت و مباحثت میں ہمیشہ شامل ہوتے تھے۔
حضرت علی نے حضرت صدیق کی بیعت حضرت
فاطمہ رضی اللہ عنہا کے انتقال کے بعد کی تھی، وہ
بیعت ثانیہ تھی۔ ورنہ اول بیعت اسی دن واقع
ہوئی تھی، جب سب صحابہ کرام نے کی تھی۔

(۵) اس بیعت ثانیہ کا شمار اس اختلاف کو زائل کرنا تھا
جو میراث طلبی سے واقع ہوا تھا۔
بیعت ثانیہ سے وہ اختلاف زائل ہو گیا۔

(۶) اور یہی مشہور مصنف بیعت اول کے واقعہ کی یوں

تشریح فرماتے ہیں :-
قال الحافظ ابو بکر البیہقی حافظ ابو بکر بیہقی نے بہترین
بسنی جلیل عن ابی سعید سند سے حضرت ابو سعید
الخداری و سعد بن ابی بکر سے روایت کی ہے
المنبر فقلہ فی وجوہ القوم کہ حضرت ابو بکر منبر پر بیٹھے
قلہ یر الذبیر قال فدعا با اور قوم پر نظر ڈالی۔ تو حضرت
الذبیر فجاء فقال قلت ابن زبیر کو نہ دیکھا۔ پھر حضرت

عمہ رسول اللہ و زبیر کو بلوایا۔ اور فرمایا کہ اے
حواس یہ ان تشق رسالت آیت کے چھو بھی گے
عصا المسلمین فقال لڑکے اور ان کے حواسی اکیا
لا تتریب یا خلیفہ تیرا منشا ہے کہ تو مسلمانوں کی
رسول اللہ فقام جماعت میں تفریق و افتراق پیدا
فبايعہ۔ شمر کرے؟ حضرت زبیر نے جواب دیا
نظر فی وجوہ کر لے خلیفہ رسول اللہ کو فی
القوم فلم عقاب نہ کریں۔ پھر حضرت زبیر
یرعلیاً فلما اٹھے اور بیعت کی۔ پھر قوم کو
بعلی بن ابی دیکھنے پر معلوم ہوا کہ علی موجود
طالب فجاء فقال نہیں۔ تو حضرت علی کو بلوایا۔
قلت ابن عم اور فرمایا کہ لے رسول اللہ صلی
رسول اللہ و اللہ علیہ وسلم کے چچا زاد بھائی اور
ختمہ علی داماد! کیا تو چاہتا ہے کہ مسلمانوں
اپنے اسادت کی جماعت میں نفاق و شقاق
ان تشق عصا پیدا ہو؟ تو حضرت علی نے
للمسلمین فقال لا تتریب جواب دیا کہ لے خلیفہ رسول اللہ!
یا خلیفہ رسول اللہ! کوئی عقاب نہ کرو۔ اور پھر بیعت
فبايعہ کی۔

(تابع الوفاء ابن کثیر جلد ۵ ص ۲۳۹)

امام بیہقی کی اس روایت سے حسب ذیل نتائج واضح
ہوتے :-

(۱) یہ روایت نہایت بہترین قدر روایت ہے۔
(۲) مجمع میں حضرت علی اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہما حضرت
صدیق رضی اللہ عنہ کے بلائے و تشریف لائے۔
(۳) حضرت علی اور زبیر نے تسلیم کر لیا۔ کہ حضرت صدیق
کی بیعت نہ کرنا تفریق بین المسلمین کے مترادف ہے۔

حضرت علی اور زبیر نے بیعت بھی کر لی۔

(۴)

حضرت علی اور زبیر نے حضرت صدیق کو بیعت سے پہلے خلیفہ رسول اللہ کے الفاظ سے مخاطب فرمایا۔ جس سے واضح ہوتا ہے، کہ وہ بیعت سے پہلے بھی حضرت صدیق کی خلافت کے قائل تھے۔

(۵)

اور ابن کثیر نے یہ بھی تحریر فرمایا ہے، کہ وقت رواۃ البیہقی عن الحاکم ایضاً کہ اس روایت کو بیہقی نے حاکم کے ذریعہ سے بھی روایت کی ہے۔ جس سے واضح ہوتا ہے، کہ یہ روایت غیر مستور بلکہ مشہور ہے۔ اور یہی مشہور و مسلم حدیث مفسر و مورخ ۲۰۵ پر رقمطراز ہیں۔

سراشی علی بعد وفات حضرت علی نے یہ دیکھا کہ سیدۃ فاطمہ رضی وہ حضرت فاطمہ کی وفات اللہ عنہا ان یحیی والبیعة کے بعد حضرت صدیق سے مع ابی بکر رضی اللہ عنہ اپنی بیعت کی تجدید کریں۔ جیسا کہ سند کہہ مت کہ ہم آگے چل کر صحیحین وغیرہ الصحیحین وغیرہما سے روایت کریں گے۔ اور اس فیما بعد انشاء اللہ بیعت کا بھی ذکر کریں گے جو تعالیٰ مع ماتقدمہ من کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم البیعة قبل دفن رسول اللہ کے دفن سے پہلے وقوع صلی اللہ علیہ وسلم۔ پذیر ہوئی۔

اس مندرجہ بالا روایت سے حسب ذیل نتائج واضح ہوئے۔

۱۔ حضرت فاطمہ کے بعد حضرت علی نے حضرت صدیق سے جو بیعت کی ہے وہ بیعت ثانیہ تھی۔

۲۔ دوسری بیعت تجدید کی غرض سے تھی۔ اور صحیحین

کی روایت بھی اس کی توثیق ہے۔

۳۔ پہلی بیعت حضرت علی نے رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی تدفین سے بھی پیشتر کر لی تھی۔

بعض لوگ صحیحین کی روایت سے غلط فہمی میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ لیکن اس کی تفصیل ملاحظہ ہو۔

فانطلق ابو بکر وقال حضرت صدیق چلے پڑے۔ اور دہلی، انا قد عرفنا حضرت علی نے فرمایا، کہ ہم فضلتک وما اعطاک آپ کے علم و فضل کو بخوبی اللہ ولہ بنفس علیک جانتے ہیں۔ اور خدا تعالیٰ نے جو خیرا ساقہ اللہ الیک و جنایات آپ پر کی ہیں، اس کے لکنکم امتیہا دتمہا بھی قائل ہیں۔ اور خدا تعالیٰ نے لامر و کنا ندی لقیہا بقنا جو فضل و کرم آپ (صدیق) پر من رسول اللہ صلی علیہ وسلم کیا ہے، اس کے متعلق ہمیں اللہ علیہ وسلم ان کوئی بدگمانی یا حسد نہیں۔ ہاں لانا فی ہذا الامر نصیباً صرف اتنی تھی کہ آپ سے مشورہ فلم یزل علی یذکرہم حتی میں استبداد و اکیلا پن ہو گیا۔ اور بکی ابو بکر وقال والذی ہمارا یہ خیال تھا کہ اس مشورہ نفسی بیدار لقرابۃ رسول میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قرابت کے اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سبب ہمارا بھی حق ہے۔ حضرت احب الی اصل من قرابتی علی اس طرح باتیں کہتے تھے کہ واما الذی شجع بینکم حضرت صدیق رو پڑے۔ اور فی ہذا الاحوال قانی فرماتے تھے، کہ اس ذات مقدس لہا فیما عن الخیر ولہ کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں اقرت امرًا منہ رسول صدیق کی جان ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم الا صنعته کی رشتہ داری مجھے اپنی قرابت سے فلما صلی ابو بکر الظہر زیادہ عزیز ہے۔ اور جو کچھ ابن سراقی علی المنبر فقشہد دون آپ کے اور ہمارے درمیان

کی روایت بھی اس کی توثیق ہے۔

۴۔ پہلی بیعت حضرت علی نے رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی تدفین سے بھی پیشتر کر لی تھی۔

بعض لوگ صحیحین کی روایت سے غلط فہمی میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ لیکن اس کی تفصیل ملاحظہ ہو۔

فانطلق ابو بکر وقال حضرت صدیق چلے پڑے۔ اور دہلی، انا قد عرفنا حضرت علی نے فرمایا، کہ ہم فضلتک وما اعطاک آپ کے علم و فضل کو بخوبی اللہ ولہ بنفس علیک جانتے ہیں۔ اور خدا تعالیٰ نے جو خیرا ساقہ اللہ الیک و جنایات آپ پر کی ہیں، اس کے لکنکم امتیہا دتمہا بھی قائل ہیں۔ اور خدا تعالیٰ نے لامر و کنا ندی لقیہا بقنا جو فضل و کرم آپ (صدیق) پر من رسول اللہ صلی علیہ وسلم کیا ہے، اس کے متعلق ہمیں اللہ علیہ وسلم ان کوئی بدگمانی یا حسد نہیں۔ ہاں لانا فی ہذا الامر نصیباً صرف اتنی تھی کہ آپ سے مشورہ فلم یزل علی یذکرہم حتی میں استبداد و اکیلا پن ہو گیا۔ اور بکی ابو بکر وقال والذی ہمارا یہ خیال تھا کہ اس مشورہ نفسی بیدار لقرابۃ رسول میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قرابت کے اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سبب ہمارا بھی حق ہے۔ حضرت احب الی اصل من قرابتی علی اس طرح باتیں کہتے تھے کہ واما الذی شجع بینکم حضرت صدیق رو پڑے۔ اور فی ہذا الاحوال قانی فرماتے تھے، کہ اس ذات مقدس لہا فیما عن الخیر ولہ کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں اقرت امرًا منہ رسول صدیق کی جان ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم الا صنعته کی رشتہ داری مجھے اپنی قرابت سے فلما صلی ابو بکر الظہر زیادہ عزیز ہے۔ اور جو کچھ ابن سراقی علی المنبر فقشہد دون آپ کے اور ہمارے درمیان

۵۔ پہلی بیعت حضرت علی نے رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی تدفین سے بھی پیشتر کر لی تھی۔

بعض لوگ صحیحین کی روایت سے غلط فہمی میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ لیکن اس کی تفصیل ملاحظہ ہو۔

فانطلق ابو بکر وقال حضرت صدیق چلے پڑے۔ اور دہلی، انا قد عرفنا حضرت علی نے فرمایا، کہ ہم فضلتک وما اعطاک آپ کے علم و فضل کو بخوبی اللہ ولہ بنفس علیک جانتے ہیں۔ اور خدا تعالیٰ نے جو خیرا ساقہ اللہ الیک و جنایات آپ پر کی ہیں، اس کے لکنکم امتیہا دتمہا بھی قائل ہیں۔ اور خدا تعالیٰ نے لامر و کنا ندی لقیہا بقنا جو فضل و کرم آپ (صدیق) پر من رسول اللہ صلی علیہ وسلم کیا ہے، اس کے متعلق ہمیں اللہ علیہ وسلم ان کوئی بدگمانی یا حسد نہیں۔ ہاں لانا فی ہذا الامر نصیباً صرف اتنی تھی کہ آپ سے مشورہ فلم یزل علی یذکرہم حتی میں استبداد و اکیلا پن ہو گیا۔ اور بکی ابو بکر وقال والذی ہمارا یہ خیال تھا کہ اس مشورہ نفسی بیدار لقرابۃ رسول میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قرابت کے اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سبب ہمارا بھی حق ہے۔ حضرت احب الی اصل من قرابتی علی اس طرح باتیں کہتے تھے کہ واما الذی شجع بینکم حضرت صدیق رو پڑے۔ اور فی ہذا الاحوال قانی فرماتے تھے، کہ اس ذات مقدس لہا فیما عن الخیر ولہ کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں اقرت امرًا منہ رسول صدیق کی جان ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم الا صنعته کی رشتہ داری مجھے اپنی قرابت سے فلما صلی ابو بکر الظہر زیادہ عزیز ہے۔ اور جو کچھ ابن سراقی علی المنبر فقشہد دون آپ کے اور ہمارے درمیان

۶۔ پہلی بیعت حضرت علی نے رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی تدفین سے بھی پیشتر کر لی تھی۔

بعض لوگ صحیحین کی روایت سے غلط فہمی میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ لیکن اس کی تفصیل ملاحظہ ہو۔

فانطلق ابو بکر وقال حضرت صدیق چلے پڑے۔ اور دہلی، انا قد عرفنا حضرت علی نے فرمایا، کہ ہم فضلتک وما اعطاک آپ کے علم و فضل کو بخوبی اللہ ولہ بنفس علیک جانتے ہیں۔ اور خدا تعالیٰ نے جو خیرا ساقہ اللہ الیک و جنایات آپ پر کی ہیں، اس کے لکنکم امتیہا دتمہا بھی قائل ہیں۔ اور خدا تعالیٰ نے لامر و کنا ندی لقیہا بقنا جو فضل و کرم آپ (صدیق) پر من رسول اللہ صلی علیہ وسلم کیا ہے، اس کے متعلق ہمیں اللہ علیہ وسلم ان کوئی بدگمانی یا حسد نہیں۔ ہاں لانا فی ہذا الامر نصیباً صرف اتنی تھی کہ آپ سے مشورہ فلم یزل علی یذکرہم حتی میں استبداد و اکیلا پن ہو گیا۔ اور بکی ابو بکر وقال والذی ہمارا یہ خیال تھا کہ اس مشورہ نفسی بیدار لقرابۃ رسول میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قرابت کے اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سبب ہمارا بھی حق ہے۔ حضرت احب الی اصل من قرابتی علی اس طرح باتیں کہتے تھے کہ واما الذی شجع بینکم حضرت صدیق رو پڑے۔ اور فی ہذا الاحوال قانی فرماتے تھے، کہ اس ذات مقدس لہا فیما عن الخیر ولہ کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں اقرت امرًا منہ رسول صدیق کی جان ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم الا صنعته کی رشتہ داری مجھے اپنی قرابت سے فلما صلی ابو بکر الظہر زیادہ عزیز ہے۔ اور جو کچھ ابن سراقی علی المنبر فقشہد دون آپ کے اور ہمارے درمیان

۷۔ پہلی بیعت حضرت علی نے رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی تدفین سے بھی پیشتر کر لی تھی۔

بعض لوگ صحیحین کی روایت سے غلط فہمی میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ لیکن اس کی تفصیل ملاحظہ ہو۔

فانطلق ابو بکر وقال حضرت صدیق چلے پڑے۔ اور دہلی، انا قد عرفنا حضرت علی نے فرمایا، کہ ہم فضلتک وما اعطاک آپ کے علم و فضل کو بخوبی اللہ ولہ بنفس علیک جانتے ہیں۔ اور خدا تعالیٰ نے جو خیرا ساقہ اللہ الیک و جنایات آپ پر کی ہیں، اس کے لکنکم امتیہا دتمہا بھی قائل ہیں۔ اور خدا تعالیٰ نے لامر و کنا ندی لقیہا بقنا جو فضل و کرم آپ (صدیق) پر من رسول اللہ صلی علیہ وسلم کیا ہے، اس کے متعلق ہمیں اللہ علیہ وسلم ان کوئی بدگمانی یا حسد نہیں۔ ہاں لانا فی ہذا الامر نصیباً صرف اتنی تھی کہ آپ سے مشورہ فلم یزل علی یذکرہم حتی میں استبداد و اکیلا پن ہو گیا۔ اور بکی ابو بکر وقال والذی ہمارا یہ خیال تھا کہ اس مشورہ نفسی بیدار لقرابۃ رسول میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قرابت کے اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سبب ہمارا بھی حق ہے۔ حضرت احب الی اصل من قرابتی علی اس طرح باتیں کہتے تھے کہ واما الذی شجع بینکم حضرت صدیق رو پڑے۔ اور فی ہذا الاحوال قانی فرماتے تھے، کہ اس ذات مقدس لہا فیما عن الخیر ولہ کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں اقرت امرًا منہ رسول صدیق کی جان ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم الا صنعته کی رشتہ داری مجھے اپنی قرابت سے فلما صلی ابو بکر الظہر زیادہ عزیز ہے۔ اور جو کچھ ابن سراقی علی المنبر فقشہد دون آپ کے اور ہمارے درمیان

۸۔ پہلی بیعت حضرت علی نے رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی تدفین سے بھی پیشتر کر لی تھی۔

بعض لوگ صحیحین کی روایت سے غلط فہمی میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ لیکن اس کی تفصیل ملاحظہ ہو۔

و ذکری شان علی و تخلفہ عن	(۲) حالات میں اختلاف واقع ہوا ہے، میں یقین دلاتا ہوں کہ میں نے اپنی طرف سے بھلائی میں کوئی کوتاہی نہیں کی۔ اور ہر اس کام کو جس کو رسول مقبول صلعم نے کیا تھا، کیا ہے۔ پھر جس وقت ابو بکر نے نماز ظہر ادا کی تو منبر پر پڑھے۔ خدا و
البیعة و عذرہ بالذی اعتدہا	(۳) حضرت صدیق کے نزدیک آنحضرت کے قراۓت اپنے عزیزوں اور رشتہ داروں سے زیادہ عزیز تھے۔
بہ و تشہد علی فحظ حق انے	(۴) حضرت صدیق نے حضرت علی کے حق میں اپنی طرف سے کوئی کوتاہی نہیں فرمائی۔
بکہ و ذکری فضیلتہ و سابقہ وحدث	(۵) حضرت صدیق نے ہر کام میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اتباع مقدم سمجھا۔
انہ لم یحملہ علی الذی صنع نفاسہ	ابا اس بیعت کے متعلق تاریخ و حدیث کی روشنی میں امام ابن کثیر کی رائے مرتب کردہ ملاحظہ فرمائیے۔
علی ابی بکر ثم قام الی ابی بکر	فہذا البیعة التي بیعتہا حضرت علی نے وقعت من علی لابن حضرت صدیق سے بعد وفات بکر بعد وفات سیدہ فاطمہ کی، یہ بیعت صلح فاطمہ بیعة موداة و صفاتی کے لئے ہوئی تھی۔ اور
فبا یحہ فاقبل	للصلح الذی وقع یہ دوسری بیعت تھی۔ اور پہلی بیعت وہ ہے جو یوم سقیفہ کا گئی
الناس علی علی فقالوا	البیعة التي ذکرت ناھا جس کو ہم ذکر کر چکے ہیں۔ جیسے کہ اولایوم السقیفہ کما ابن خزیمہ نے روایت کی۔ اور امام
حسنہ دروی البخاری	سرا والا ابن خزیمہ و صحیحہ مسلم بن الحجاج ثابت شدہ امر ہے کہ حضرت علی ولم یکن علی مجانباً لابن حضرت صدیق سے ابن جہینو
ہذا الحدیث فی کتاب المغازی	بکہ ہذا الستة الاشہار میں مجانب تھے۔ بلکہ حضرت بل کان یصلی و عراۓ صدیق کی اقدار میں نماز پڑھتے
البدایہ والنہایہ تاریخ ابن کثیر جلد ۲۸۶	و یحضر عندہ للمشاوہ ہے۔ اور مشورہ دیتے رہے۔ و ساکب معہ الی ذی امداد قندہ القصد میں اکتھے
آواذیں بلند کیں۔ بخاری کی اس روایت سے حسب ذیل نتائج ثابت ہوتے ہیں۔	القصة۔ امام ابن کثیر کی رائے سے حسب ذیل باتیں بطور نتائج

ثابت ہوئیں :-

- (۱) سیدہ فاطمہ کی وفات کے بعد جو بیعت وقوع پذیر ہوئی وہ دوسری بیعت تھی۔
- (۲) یہ دوسری بیعت صلح و صفائی کے لئے تھی۔
- (۳) پہلی بیعت یوم سقیفہ واقع ہوئی۔
- (۴) دوسری بیعت صلح و صفائی کی غرض سے تھی۔ اور پہلی بیعت خلافت حقہ کا اقرار تھا۔
- (۵) اصحاب سقیفہ میں حضرت علی بھی موجود تھے، جو لوگ اصحاب سقیفہ کے متعلق زبان درازی کرتے ہیں، وہ حضرت علی کو بھی نہیں بچا سکتے۔
- (۶) اس پہلی بیعت کی صحت کے متعلق ابن خزیمہ اور امام مسلم کا اتفاق ہے۔
- (۷) حضرت علی سیدہ فاطمہ کا زندگی میں حضرت صدیق سے علیحدہ نہ تھے۔
- (۸) حضرت علی حضرت صدیق کی اہتمام میں نمازیں پڑھتے تھے۔
- (۹) حضرت علی مجلس مشاورت کے رکن تھے۔
- (۱۰) واقعہ ذی القعدہ میں حضرت علی صدیق کے ہر کالجے

حضرت علی کو حضرت صدیقؓ سے کس محبت تھی؟

روایات سے جیسی قدر نتائج نکلتے ہیں، ہم نے ہر روایت کے ساتھ بیان کر دیئے ہیں۔ تاکہ نتیجہ اخذ کرنے میں کسی دشواری کا سامنا نہ ہو۔ مندرجہ بالا روایات سے خلافت صدیق اور بیعت علی کا معاملہ بالکل صاف ہو گیا ہے۔ اور حقائق کی روشنی میں مندرجہ بالا نتائج ثابت ہوئے۔ مذکورہ روایات میں بار بار واقعہ ذی القعدہ کا لفظ آیا۔ اور یہ بتلایا گیا کہ اس واقعہ میں حضرت علی حضرت صدیق کے ہر کالجے تھے۔ اب ہم اس

واقعہ کو اسی مشہور و مسلم مصنف کی تاریخی کتاب سے واضح

کر کے اپنے مضمون کو ختم کرتے ہیں۔ ملاحظہ ہو،

سربک الصدیق ایضاً واقعہ ذی القعدہ میں حضرت صدیق

فی الجیوش الاسلامیۃ جیوش اسلامہ میں شامل ہو کر

شاہم اسفنیہ مسولاً مدینہ سے اپنی تلوار کو ننگے کئے

من المدینۃ الی ذی ہوئے نکلے۔ اور مقام ذی

القصدۃ وہی المدینۃ علی القصدہ جو مدینہ سے ایک منزل

سرحلۃ و علی بن ابی کے فاصلہ پر ہے کی طرف

طالب یقودہ ہر اہلۃ چلے۔ حضرت علی حضرت

الصدیق رضی اللہ صدیق کی سواری کو چلائے

عنہما لما برزوا بیکم الی تھے۔ جس وقت حضرت

القصدۃ واستنوی علی صدیق ذی القعدہ کی طرف نکلے

سراحتلہ اخذ اور اپنی سواری پر تشریف فرما

علی بن ابیطالب ہوئے تو حضرت علی نے سواری

بزما مہا وقال کی باگ کو اپنے ہاتھ میں پکڑ کر

الی امین یا خلیفۃ کہا کہ اے "خلیفہ رسول اللہ"!

رسول اللہ اقول کہاں جا رہے ہو؟ میں تمہیں

لاک ما قال رسول وہی کہتا ہوں جو رسول اللہ

اللہ لہ سیفک علی اللہ علیہ وسلم نے تمہیں

ولا تفجعنا بنفسک جنگ اعدیوں کا تھا۔ اپنی تلوار

واسما جمع الی ڈھانپو اور ہمیں اپنی ذات

للمدینۃ فواللہ گرامی کے متعلق تکلیف نہ دو۔

لئن فجعنا بک لا اور مدینہ کی طرف لوٹ جاؤ۔

یکون للاسلام خدا کی قسم اگر آپ کی ذات گرامی

نظام ابداً کو کسی قسم کی تکلیف پہنچی، تو

فرجع۔ پھر اسلام کے اندر کبھی بھی نظام

پیدا نہ ہو گا۔ پھر حضرت صدیق

اس واقعے میں تاج واقع ہوتے ہیں

(۱) حضرت صدیق واقعہ ذی القصد میں باہدوں کی طرح پر جوش نکلتے۔

(۲) ان کی سواہی کی باگ حضرت علی کے ہاتھ میں تھی۔

(۳) ان کو حضرت علی نے روکا۔

(۴) حضرت صدیق کا بعض غزوات میں اگلی صف

میں شامل نہ ہونے کا سبب دربار نبوی کا ارشاد گرامی تھا۔

جس کو حضرت علی نے بیان فرمایا۔

(۵) حضرت علی اس امر کے قائل تھے کہ حضرت صدیق

کو نقصان پہنچنے سے اسلامی نظام ہمیشہ کے لئے

مفقود ہو جائے گا۔

دوسری جگہ حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ

مقطرات میں :-

وقد ساروا علی بن اور علی بن عامر نے عن الحریری

عاصم عن علی بن علی عن ابی سید

عن ابی تضرۃ عن الخدری روایت کی ہے۔ اور

ابن سعید الخدری اس روایت کا اسناد بالکل

اسناد صحیح و فیہ صحیح ہے۔ اور اس کے اند

فائدہ جلیلہ وہی فائدہ جلیلہ ہے۔ اور وہ

مباہیۃ علی بن ابی زبرد مستند فائدہ یہ ہے کہ

طالب لم یفسر حضرت علی نے حضرت صدیق

الصدیق فی وقت کی بیعت فرمائی۔ اور پھر حضرت

من الاوقات ولم علی حضرت صدیق سے کبھی

ینقطع فی صلوات بھی جدا نہ ہوئے۔ اور ہمیشہ

من الصلوات خلفہ حضرت صدیق کی اقتداء میں

وخرج معہ نمازیں پڑھتے تھے۔ اور جب

الی ذی القصۃ لما کہ حضرت صدیق ذی القصد

خرج الصدیق کی طرف مرتدین کی جنگ کیلئے

شاہراہ اسیفہ یرید تموار کو سوتے ہوئے نکلے تو

قتال اہل الردۃ۔ اس وقت حضرت علی آپ

(ایضاً صفحہ ۲۴۹) کے ہر کاہتے۔

روافض کی روایات اور ان کے مسلسل پر پیگنڈا

کی بنا پر یہ بھی عوام میں مشہور ہے کہ صحابہ کرام خصوصاً

مدینہ ابراہیمی رحمۃ اللہ علیہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی

تکفین و تدفین و صلوات جنازہ میں شریک نہیں ہو سکے۔

حالانکہ حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ و جملہ مؤرخین کا اتفاق

ہے کہ تمام امور حضرت صدیق ابراہیمی رحمۃ اللہ علیہ کے

ایتمام و مشورہ سے سرانجام ہوئے۔ تمام صحابہ نے

ان میں حصہ لیا۔ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں امر

قد قلنا انہم صحابہ کرام رضی اللہ عنہم

رضی اللہ عنہم صدیق ابراہیمی رحمۃ اللہ علیہ کی بیعت

اشتغلوا بطبیعة میں دو مشتبہ کے دن اور شب

الصدیق بقیۃ کا کچھ حصہ مشغول ہے۔ جب

یوم الاثنين و بعض یہ خلافت قائم استواء اور حضرت

یوم الثلاثاء ہو گئی، تو آنحضرت صلی اللہ

فلما تمہلات قلو علیہ وسلم کی تجہیز و تکفین

و تمہلات قلوبہم علیہم السلام کی بیعت فرمائی۔

بعد ذلك فی تجہیز عنہ کی اقتداء میں شروع

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مقتدین

فی کل ما اشکل علیہم بانی بکما

رضی اللہ عنہ۔

واللہ اعلم بالصواب

واللہ اعلم بالصواب

واللہ اعلم بالصواب

اُس گلی کا گداہوں میں جس میں مانگتے تاجساد پھرتے ہیں !

(حضرت خواجہ معین الدین چشتی جہری رحمۃ اللہ علیہ)

دو جہاں پہنچو کہ منزل جانانِ ماحمّدؐ	صد و کشادہ دل از جانِ ماحمّدؐ
جب ہندی روح کی طرف حضورِ سرورِ عالم صلعم متوجہ ہوئے	تو حضور کی برکت سے معرفت کے سوا دروازہ ہمارے دلیں کھل گئے
از دردِ خمِ عصیاں مارا چہ غم جو سازد	از مرہمِ شفاعتِ درمانِ ماحمّدؐ
گناہوں کو غم کے دھبے ہیں فلکین ہوئی کیا ضرورت ہے	بیکہر ہم شفاعتِ حضورِ کرم صلعم ہمارا علاج کرینگے
مستغرقِ گناہیم ہر چند غلہ خواہیم	پڑ مرده چوں گیا ہمیں بالانِ ماحمّدؐ
ہم گناہوں کے عندیہ میں غرق ہیں، ہر چند غلہ خواہیں !	ہم گناہوں کی طرح مر جا رہے ہیں لیکن ہمارے بارانِ رحمتِ حضور کی آگ
ما طالبِ خلائمِ برہینِ مصطفیٰؐ	بر در گہشِ گداہیم سلطانِ ماحمّدؐ
مقامِ شکر پر کہ ہم غلامِ طالب ہیں اور حضور کے دین پر ہیں	ہم انکی درگاہِ بھکادی ہیں اور ہمارے سلطانِ حضورِ انور ہیں
در باغِ ولایتِ نامِ دیگر مجھو معینے	یا غم بس است قرآنِ بستانِ ماحمّدؐ
اے معین ! باغِ ولایت میں اور کوئی چیز طلب نہ کر	ہمارے قرآنِ مجید کا گزارد ہدایت کا کافی ہے، ہمارے حضور کا بستانِ نامِ ماحمّدؐ

(کوہستان)

اسلامی معاشرے کی تعمیر

کھانے اور پینے کے اسلامی آداب

حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کو زندگی کے ہر معاملے میں ہدایات دی ہیں۔ یہ ہدایات محض دنیا فانی نہیں بلکہ عملی ہیں۔ یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قوم کے سامنے ہر معاملے میں اپنا عمل پیش فرماتے تھے۔ اور صحابہ اس اسوہ حسنہ کو ہر جان بنالیتے تھے۔ تربیت و تعلیم اور سیرت و کردار کی تعمیر کا یہی بہترین طریقہ ہے۔ آج بھی ضرورت ہے کہ مسلمان اپنی زندگی کے ہر معاملے میں ان آداب کو اختیار کریں جو ہمارے آقا و مولا اور ہادی برحق صلی اللہ علیہ وسلم نے اختیار فرمائے۔

کھانا اور پینا انسانی زندگی کا سب سے اہم مسئلہ ہے۔ مگر یہی وہ شے ہے کہ جس میں مسلمان آداب نبوی کو ملحوظ نہیں رکھتے۔ بلکہ اقوام غیر کے طوطیوں کی پیروی کرتے ہیں۔ کھانے پینے کے متعلق اسلامی آداب کیا ہیں؟ ذیل کی احادیث سے ان کا اندازہ ہو گا۔ ہم ان کو اس غرض سے یہاں درج کر رہے ہیں، کہ ہمارے ناظرین عملاً ان کو اختیار کریں اور دوسروں کو اقتدار کرنے کی تلقین کریں۔ اسی طرح ایک اسلامی معاشرہ عالم وجود میں آسکتا ہے۔

تین آداب: حضرت عمر بن ابی سلمہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے ارشاد فرمایا کہ اللہ کا نام بیکر سیدھے ہاتھ سے اور اپنے سامنے سے

(بخاری و مسلم)

کھایا کرو۔
بسم اللہ کھنا بھول جاتو: حضرت عائشہ رضی

روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، کھانا بسم اللہ کہہ کر شروع کیا کرو۔ اگر ابتداء میں کھانا یاد نہ ہے تو پھر بسم اللہ اولہ و آخرہ کھنا چاہئے۔ (ابوداؤد، ترمذی)

شیطان کی مایوسی: حضرت جابر سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اوشاد فرماتے سنا کہ آدمی جب اپنے گھر میں داخل ہوتے وقت ادا کھانا شروع کرتے وقت بسم اللہ کہہ لیتا ہے تو شیطان اپنے ساتھیوں سے کہتا ہے کہ یہاں نہ مات گذارے گا کھانا ہر اور نہ کھانے کا سہانا ہے۔ اور جب آدمی گھر میں جاتے وقت اللہ تعالیٰ کا نام نہیں لیتا تو شیطان کہتا ہے، مات گذارنے کی جگہ تو مل گئی۔ اور جب کھانے پینے کے وقت بھی اللہ تعالیٰ کا نام نہ لیتا تو شیطان کہتا ہے کہ تم نے رات بسنے کی جگہ بھی پالی۔ اور کھانا بھی تم کو مل گیا۔ (مسلم)

بسم اللہ کی برکت: حضرت عائشہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے چھ اصحاب کے ساتھ کھانا نوش فرما رہے تھے، اتنے میں ایک دیہاتی آگیا اور اس نے سارا کھانا دو لقموں میں ختم کر دیا۔ آپ نے فرمایا کہ اگر یہ بسم کہہ کر شروع کرتا تو تم سب کو کافی ہو جاتا۔ (ترمذی)

کھانے کے اختتام پر دعا: حضرت ابوامامہ

سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آگے سے جب دسترخوان اٹھایا جاتا تھا تو آپ یہ دعا فرماتے تھے: الحمد لله کثیراً طیباً مبارکاً فیہ غیر مکفی و

لا مستخنی عنہ س بنا (ترجمہ) اللہ تعالیٰ کی سب تعریف ہے، جو پاک اور بیکت والا ہے، جس سے بے نیازی ممکن نہیں۔ اے ہمارے رب۔

اگر کھانا پسند کا نہ ہو: حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی کسی کھانے میں عیب نہیں نکالا۔ اگر پسند آیا تو نوشی فرمایا۔ اور نہ پسند ہوا تو چھوڑ دیا۔ (بخاری مسلم)

دعوت میں بے بلائے جانا: حضرت ابو موسیٰ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے حضور کی دعوت کی۔ آپ کے لئے کھانا تیار کیا۔ حضور ملاکر پانچ آدمی تھے۔ جب آپ تشریف لیجانے لگے تو ایک آدمی اور بھی آپ کے ساتھ ہو گیا۔ جب آپ میریان کے دروازے پر پہنچے تو آپ نے فرمایا، یہ شخص میرے ساتھ ہو گئے ہیں۔ تمہاری خوشی ہو تو ان کو روک لے۔ ورنہ وہاپس ہو جائیں۔ انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! میں انکو بھی اجازت دیتا ہوں۔ (بخاری مسلم)

بچہ کو کھانے کی تعلیم: حضرت عمر بن ابوسلمہ سے روایت ہے کہ میں چھوٹا تھا اور حضور کے گھر میں تھا۔ میں پلیشوں میں ادھر ادھر ہاتھ ڈال کر کھایا کرتا تھا۔ آپ نے مجھ سے فرمایا، اے لڑکے اللہ کا نام لیکر سیدھے ہاتھ سے کھا اور اپنے آگے سے کھا۔ (بخاری مسلم)

ساتھ کھانے والے کی رعایت: حضرت جابر بن سحیم سے روایت ہے کہ قحط کا زمانہ تھا، ہم ابن زبیر کے ساتھ تھے۔ ہم کو کھانے کے لئے کھجوریں دی گئیں۔ ہم انکو کھا رہے تھے کہ عبداللہ بن عمر اصر سے گزرے اور کہنے لگے، اورو کھجوریں ملا کر نہ کھاؤ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا ہے۔

پانی پینے کا سنون طریقہ: حضرت انس سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پانی تین سانس میں پیتے تھے۔ اور ہر مرتبہ پرتن ہشاکر سانس لیتے تھے۔ (بخاری مسلم)

پانی کیونکر پینا چاہئے: حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اوٹھ کر طرح پانی نہ پیا کرو۔ دو تین سانس میں پیو۔ اور پینے سے پہلے بسم اللہ کہو۔ پھر پی چکنے کے بعد اللہ کی تعریف کرو۔ (ترمذی)

مقدم کون ہے؟ حضرت انس سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پانی ملا ہوا دودھ لایا گیا آپ کے دائیں طرف ایک دیہاتی تھا۔ اور بائیں طرف حضرت ابو بکر تھے۔ آپ نے پی کر اس دیہاتی کو دیدیا، اور فرمایا، پیلے دہانا پھر بایاں۔ (بخاری مسلم)

منہ سے کس کو؟ حضرت سهل بن سعد سے روایت ہے کہ آپ کی خدمت میں کوئی پینے کی پیر لائی گئی۔ آپ نے پی لی۔ آپ کے دائیں طرف ایک لڑکا بیٹھا تھا۔ اور بائیں طرف ابو بکر تھے۔ آپ نے لڑکے سے فرمایا کیا تم اجازت دیتے ہو کہ یہ میں ان لوگوں کو دیدوں۔ لڑکے عرض کیا واللہ میں آپ کے پس خود پر اپنے سوا کسی کو ترجیح نہ دوں گا۔ آپ نے یہ شکر پیالہ اسکو دیدیا۔ (بخاری مسلم)

پھر پھر: حضرت ابوسعید الخدیی سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کھلی اور ٹوٹی ہوئی خشک سے منہ لگا کر پانی پینے سے منع فرمایا ہے۔ (بخاری مسلم)

حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خشک اور مشکیزہ میں منہ لگا کر پانی پینے سے منع فرمایا ہے۔ (بخاری مسلم)

پانی میں سانس نہ لے: حضرت ابوسعید الخدیی سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پانی میں سانس نہ لےنے سے منع فرمایا ہے۔

حضرت ام سلمہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو سونے پاندی کے برتن میں چٹا ہے وہ اپنے پیٹ کو جہنم کی آگ سے بھرتا ہے۔
(بخاری مسلم)

مسلم کی ایک روایت ہے کہ جو سونے چاندی کے برتن میں کھاتا پیتا ہے۔ اور ایک روایت میں ہے جو سونے پاندی کے برتن میں چٹا ہے وہ اپنے پیٹ میں جہنم کی آگ بھرتا ہے۔
(بشکریہ ایشیا)

بقیہ صفحہ ۲۷ کی معافی کا انجام یہی ہو گا کہ رگ رگ میں تالوہ اور صاف خون دوڑنے لگے گا۔ اور اسے اعضاء قوت یاب ہو کر بہترین صحت نصیب ہوگی۔ اور اس کو اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں اس طرح بیان فرمایا ہے کہ: **يُحَقِّقُ اللَّهُ السَّالِوَةَ وَيُرِيهِ الْمَدَقَاتِ (بقرة)** مدقات کو بڑھاتے ہیں۔ **وَمَا آتَيْتُمْ مِنْ شَيْءٍ** اور جو چیز تم اس غرض سے لیرہو فی اموال الناس دوگے کہ وہ لوگوں کے مال میں فلا یرہو اعضاء پنچ کر زیادہ ہو کر آجائے تو یہ اللہ۔ **وَمَا آتَيْتُمْ مِنْ** اللہ کے نزدیک نہیں بڑھتا۔ **زَكَاةٍ تُرِيدُونَ** اور جو زکوٰۃ وغیرہ دو گے جس وجہ **اللَّهُ فَارْتَلِكُ** اللہ کی رضا طلب کرتے ہو گے **هَمْدٌ لِلْضَعْفُونَ** تو ایسے لوگ اپنے لیے ہوش کو **(سودہ دوم)** خدا تعالیٰ کے پاس بڑھاتے رہیں گے۔

لیکن اس ملاکہ سمجھنے اور اس کے مطابق عمل کرنے میں انسان کی ٹانگ نظری اور جہالت اٹھ ہے۔ یہ محسوسات کا بند ہے۔ جو غلط اس کے گودام میں بھرا ہوا ہے اس کو تو دیکھ کر ماننا ہی

سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پینے کی چیزیں پھونکنے سے منع فرمایا ہے۔ ایک آدمی نے عرض کیا، یا رسول اللہ! اگر اس میں کوئی چیز نظر آئے تو کیا کروں فرمایا اس کو انڈیل دیا کرو۔ عرض کیا، میں ایک سانس میں پانی نہیں پی سکتا۔ فرمایا جب سانس لو برتن ہٹا دو۔
(ترمذی)

کھڑے ہو کر پانی پینا۔ حضرت انس سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کھڑے ہو کر پانی پینے سے منع فرمایا ہے۔

حضرت قتادہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت انس سے دریافت کیا کہ کھڑے ہو کر کھانے کا کیا حکم ہے؟ کہا یہ تو اور بھی بدتر اور مکروہ ہے۔ اور ایک روایت میں ہے کہ حضور نے کھڑے ہو کر پینے پر سختی سے روک رکھا۔ **زہرم کا پانی**۔ حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو زہرم کا پانی پلایا۔ آپ نے کھڑے ہو کر پی لیا۔ زہرم کا پانی کھڑے ہو کر پینا چاہئے۔
(بخاری مسلم)

پلانے والا آخر میں۔ حضرت ابو قتادہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لوگوں کو پلانے والا سب کے آخر میں ہے۔
(ترمذی)

سونے چاندی کے برتن میں پینے کی ممانعت حضرت حذیفہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو ریشم اور دیباچ کے پینے کے اور سونے چاندی کے برتن میں پانی پینے سے منع فرمایا ہے۔ اور فرمایا کہ یہ چیزیں دنیا میں ان کے لئے ہیں دین میں ہاروں کے لئے۔ اور تمہارے لئے آخرت میں ہیں۔

(بخاری مسلم)

کہ ہے۔ جو سوپر کسی دیکر اس کے بھی کھاتہ کی رو بڑھ رہا ہے، اس کے خیال میں وہ تو واقعی بڑھ رہا ہے۔ مگر دس بودیاں گودام میں محفوظ رکھتے وقت ایک بوری کسی مسکین و قییم کو دیتا ہے، ظاہری آنکھوں سے وہ نہیں دیکھتا کہ وہ بھی میرے پاس موجود ہے بلکہ بڑھ رہا ہے۔ اور کس طرح بڑھ رہا ہے۔ وہ تو بس یہی سمجھ سکتا ہے کہ اس قدر روپیہ میرے پاس ہے۔

انسان کی جوالت اور عقل کی کوتاہی کی وجہ سے آج دنیا دو گروہوں میں منقسم ہو رہی ہے۔ ایک طرف سرمایہ دار طبقہ ہے۔ بڑے بڑے زمیندار، کارخانہ دار اور صاحب ہیں جو مال و دولت کو اکٹھا کر رہے ہیں۔ لیکن اس میں سے کچھ کم کر کے دوسرے کو دینے کے لئے ہرگز تیار نہیں۔ دیکھا جا رہا ہے کہ ایک بڑا زمیندار مٹی جون کے گرم موسم میں تو اپنی کوشی میں آرام و راحت سے نخلی کوچوں پر بیٹھ ہوا اور عیش وے رہا ہے۔ اور یہاں کھیتوں میں ایک کاشتکار ایڑی سے پوٹی تک پسینہ میں ڈوبا ہوا سوچ کی تیز گرمی اور بدن کو جھلنے والی لویں دوپہر کے وقت غلہ دھیا کر رہا ہے۔ اور اس زمیندار کے کارندے ہزاروں من گندم اس کا حصہ لیجا کر سنبھال کر رکھ دیتے ہیں۔ اور اس میں سے کسی غریب کو، کسی قییم کو، کسی بیوہ کو، کسی طالب علم دین کو اور کسی مسافر کو ایک دانہ بھی نہیں ملتا۔ لہذا کا بندہ یہ کبھی نہیں سوچتا کہ جب اللہ تعالیٰ نے بغیر کسی قسم کی تکلیف برکت کئے اور پسینہ بہائے مجھ پر آنا انعام فرمایا اور مجھے اس کا مالک بنایا تو میں بھی اس کی ناشکری نہ کروں گا۔ اور اس مال میں اس کے احکام و امر کا خیال رکھوں گا۔ مگر وہ تو انما اوتیہ علی علم عندی کہنے والے کی طرح اللہ تعالیٰ کا کچھ احسان ماننا ہی نہیں۔ اس لئے اپنی مملوکہ زمین کی اس حلال اور جائز کمائی میں سے حق اللہ ادا کرنے

اور حق داروں کا حق روک دینے کے ظلم کا رد عمل میک ظلم کی عدولت میں نمودار ہو رہا ہے، کہ دوسری طرف ایک ایسا گروہ پیدا ہو چکا ہے اور بڑھتا چلا جا رہا ہے جس کے دل میں حسد کی آگ جل رہی ہے۔ اور سرمایہ داروں کے خزانوں پر ڈاکہ ڈالنے کے ساتھ انسانی تہذیب و تمدن کی ساری بساط الٹ دینا چاہتا ہے۔ اور یہ وہ گروہ ہے جو مساوات مساحات کے نعرے لگا کر امیر و غریب کو لڑا رہا ہے۔ اور امن امان کو تباہ کرنے پر تیار ہوا ہے۔

اس کشمکش اور پیچیدگی کا صحیح حل اس حکیم و دانہ ہستی کی کتاب قرآن مجید میں موجود ہے۔ اس قفل کی کنجی ایمان باللہ اور ایمان بالیوم الآخر ہے۔ اگر آدمی خاپر ایمان لے آئے۔ اور یہ جان لے کہ زمین و آسمان کے خزانوں کا اصل مالک خدا ہے۔ اور انسانی معاملات کا انتظام اصل میں خدا ہی کے ہاتھ میں ہے۔ اور خدا کے پاس ایک ایک ذرے کا حساب ہے۔ اور انسان کی ساری بھلائیوں اور برائیوں کی آخری جزا و سزا ٹھیک ٹھیک حساب کے مطابق آخرت میں ملے گی تو اس کے لئے یہ بالکل آسان ہو جائیگا کہ اپنی نظر پر بھروسہ رکھنے کی بجائے خدا پر بھروسہ کرے۔ اور اپنی دولت کو خدا کی ہدایت کے مطابق خرچ کرے۔ اور اس کے نفع و نقصان کو خدا پر چھوڑ دے۔ اس ایمان کے ساتھ وہ جو کچھ خرچ کرے گا وہ دراصل خدا کو دے گا۔ اس کا حساب کتاب بھی خدا کے ہی کھاتے میں لکھا جائیگا۔ خواہ دنیا میں کسی کو اس کے احسان کا علم ہو یا نہ ہو۔ مگر خدا کے علم میں ضرور آئے گا۔ اور خواہ اس کا انحصار کوئی مانے یا نہ مانے۔ خدا اس کے احسان کو مانے اور جانے گا۔ اور خدا کا جب یہ وعدہ ہو چکا ہے۔ کہ وہ اس کا بدلہ ضرور دیگا۔ خواہ آخرت میں سے خواہ دنیا و آخرت دونوں میں سے۔ (خطبات)

غلط طریقوں پر غلط مصارف میں غلہ برباد کرنے سے ان کو روکیں۔ اور شرعی طریقہ پر صحیح مقداروں کو عشر بنیچانے کی ترغیب دیں۔ وما علینا الا البلاغ۔

عشر کے احکام و مسائل

یہ مسائل فقہ حنفیہ کی مشہور و معتبر کتاب الدر المختار اور فتاویٰ شامی سے منتخب کر کے نقل کئے گئے ہیں۔ ہر مسئلہ کے لئے علیحدہ علیحدہ حوالہ کی ضرورت نہیں سمجھی گئی۔

(۱) عشر دسواں حصہ، نصف حصہ بیسواں حصہ، عشری زمین (جس کی تفصیل آئندہ آتی ہے) کی کل پیداوار میں واجب ہوتا ہے۔ نہ اس میں کوئی نصاب شرط ہے اور نہ قرض وغیرہ اس کے لئے مانع ہو سکتا ہے۔ زراعت کے اخراجات مثلاً کٹائی وغیرہ کا خرچہ اس سے منہا نہ کیا جائیگا۔

(۲) اگر زمین عشری بنائی ہو تو مالک اپنے حصہ کا عشر لئے اور کاشتکار اپنے حصہ کا لئے۔

(۳) نابالغ بچہ اور مجنون کی زمین میں بھی عشر واجب ہے۔

(۴) وقف زمین میں بھی عشر واجب ہے۔

(۵) ہر پیداوار میں جس سے آمدنی حاصل کرنا مقصود ہو، عشر واجب ہوتا ہے۔ خواہ غلہ ہو، خواہ پھل پس

کھیت اور باغ دونوں میں ہے۔

(۶) مقدار عشر میں تفصیل یہ ہے کہ جس زمین کی آبپاشی

بارش سے ہوتی ہے۔ اس میں کل پیداوار کا دسواں

حصہ ہے۔

..... اور جس کی آبپاشی

کنوؤں سے یا نہر کے خریہ سے ہوئے پانی سے ہوتی ہو

اس میں بیسواں حصہ واجب ہے۔ اور اگر دونوں طریقے مساوی

اس تمام تفصیل سے مقصد یہ ہے کہ عشر جیسے

اہم اور ضروری حکم سے عام طور پر پوری بے پروائی ہے۔

اگرچہ یہ درست ہے کہ عام کاشتکار فصل کے موقع پر مختلف

لوگوں کو کچھ نہ کچھ ملہ دیدیتے ہیں اور ان بیچاروں کی سال بھر

کی کمائی میں سے کافی حصہ اس طرح بادرادھر بٹ جاتا

ہے۔ لیکن افسوس بھی تو اسی کا ہے کہ آج کل مسلمانوں کے

تمام امور بالکل شرعی نظام اور اسلامی طور و طریق کے خلاف

خود ساختہ طور پر سرانجام ہو رہے ہیں۔ جو کچھ دیا جا رہا ہے

اس میں عشر کی نیت ہی نہیں ہوتی۔ حالانکہ نیت کئے بغیر

جتنا بھی کچھ دیا جائے اس پر نفل صدقہ کا ثواب شاید ملے تو

ملے لیکن غریبہ سے سبکدوشی کبھی نہیں ہو سکتی۔ نہ عشر کا

حساب لگا کر باقاعدہ عشر کے قواعد و ضوابط کے مطابق تقسیم

ہوتی ہے، نہ مصارف کا خیال رکھا جاتا ہے۔ بلکہ اکثر یہی ہوتا ہے

کہ مالدار اور غنی پیروں اور سپیدوں کو نذرانہ وغیرہ

کے نام سے دیتے ہیں۔ یا ڈوموں اور مراہیوں کو ڈھول باجا

بجانے اور نفویات و فضولیات کی دہر سے دیا جا رہا ہے۔

حالانکہ یہ ساری حدود میں نہ شرعاً درست ہیں اور نہ اس طور

پر دیدینے سے عشر کی ادائیگی ہوتی ہے۔ لہذا مال بھی ضائع

ہو جاتا ہے۔ اور نا سمجھ مسلمان بجائے ثواب کے بسا اوقات

گناہ کا بوجھ سر پر لا دیتے ہیں۔ اس لئے ضروری معلوم ہوا

کہ عشر کے متعلق چند ضروری مسائل بیان کر دئے جائیں۔

تا کہ جن لوگوں کے دلوں میں خدا کا خوف ہو، اور رسول کی

محبت صحیح معنوں میں ان کے سینوں کے اندر موجود ہو۔

اور وہ چاہتے ہوں کہ اسلامی زندگی گزادیں اور ایمان کے

تقاضے پورے کر کے زندہ رہیں، وہ ان مسائل پر عمل پیرا

ہوں گے۔ ائمہ مساجد، علمائے کرام کے ذمہ بھی لازمی

ہے کہ وہ ان پڑھ اور جاہل کاشتکاروں کو سمجھا دیں اور

ہوں تو بعض کے نزدیک چالیس میں سے تین (تین) واجب ہیں۔

(۷) خویہ، ہوار، لوسن وغیرہ گیاد کی قسم کی چیزیں جو کاٹ لی جاتی ہیں، ان میں بھی عشر واجب ہے۔ اور تیاری کے بعد جو بھوسہ نکلتا ہے اس میں عشر واجب نہیں۔

(۸) جب پھل قابل اطمینان ہو جائے اس وقت کے حساب سے عشر واجب ہے۔ تیاری سے پہلے جس قدر خرچ کرے گا، اس سب کا حساب رکھے۔ اس کا بھی عشر دینا پڑے گا۔

(۹) اگر پھل توڑنے یا کھیت کاٹنے سے پہلے کسی آفت خیر اختیار کرے مثلاً برف یا سیلاب یا آگ یا آندھی وغیرہ سے پھل یا غلہ تباہ ہو جائے تو عشر ساقط ہو جاتا ہے۔ اور اگر چوری ہو جائے یا جانور کھا جائے، اس سے ساقط نہیں ہوتا۔

(۱۰) بچنے سے پہلے کھیت بیج ڈالا تو اس کا عشر بقول صاحبین میں پر فتویٰ دیا جا رہا ہے یہ ہے کہ وہ اجارہ پر لینے والے کا تنکار کے ذمہ ہے کہ وہ پیداوار کا مالک ہے۔ اور اس کا تعلق تو پیداوار سے ہے۔

(۱۱) عشر کا مصرف وہی ہے جو زکوٰۃ کا مصرف ہے یعنی مساکین و فقراء اور محتاج لوگ، باپ دادا، پرودا، بیٹے بیٹی، پوتے پوتی یعنی اصول و فروج کو دینا، اور عورت کا خاوند کو، خاوند کا عورت کو دینا درست نہیں۔ اپنے رشتہ داروں، پڑوسیوں کا حق مقدم ہے اگر وہ محتاج ہوں جو مسکین نیک اور متقی ہوں۔ اور طالبان علم دین اس زمانہ میں زیادہ مستحق ہیں۔

(۱۲) عشری زمین وہ ہے کہ جب سے مسلمانوں نے اسکو مفتوح کیا تھا، اس وقت تک برابر مسلمان ہی کی ملک میں

چلی آرہی ہو۔ خواہ بروٹے میراث خواہ بروٹے خرید۔ یعنی درمیان میں وہ غیر مسلم کی ملک میں نہ آئی ہو۔ اور جو ایسی نہ ہو وہ خراجی کہلاتی ہے۔

(۱۳) خراج کی دو قسمیں ہیں۔ ایک مؤظف کہ اس کا لگان ایک مقرر مقدار ہے۔ مثلاً روپیہ بیگھہ یا کم و بیش۔ دوسرا خراج مقاسمہ، کہ پیداوار کا کوئی حصہ کسی خاص نسبت سے لیا جاتا ہے۔ مثلاً نصف یا ثلث وغیرہ۔

(۱۴) خراجی زمین میں خراج واجب ہوتا ہے۔ لیکن خراج مؤظف تو زراعت کی قدرت اور زمین کی صلاحیت زراعت ہی کی بنا پر واجب ہوتا ہے۔ اس لئے اگر امکان زراعت کے باوجود زمین کو معطل اور غالی چھوڑ دے تب بھی خراج مؤظف واجب ہوگا۔ البتہ جب زراعت کی قدرت ختم تب ساقط ہو جاتا ہے۔ اور خراج مقاسمہ عشر کی طرح اس وقت واجب ہوگا جب واقع میں کچھ پیدا ہو۔

(۱۵) خراج مؤظف مالک کے ذمہ ہے۔ کا تنکار کے ذمہ نہیں۔ البتہ خراج مقاسمہ کا حکم مثل عشر کے ہے۔

(۱۶) عشر و خراج میں خواہ پیداوار کا کوئی حصہ دیا جائے، خواہ اس حصہ کی قیمت دی جائے دونوں درست ہیں۔

عشر و خراج کے متعلق یہ چند اہم اور ضروری مسائل لکھے گئے۔ تمام مسلمان بھائیوں کو چاہئے کہ اس اہم حکم شرعی کے بارے میں غفلت و بے توجہی سے کام نہ لیں۔ اور قاعدہ شرعی کے متعلق اپنی اپنی زمینوں اور پیداوار کی حیثیت کسی عالم دین سے متعین کر کے اس کے مطابق صحیح مصرف میں عشر و خراج ادا کر لیا کریں۔

مسلمانوں سے ایک درد منداش اہل

موجودہ نازک و پر آشوب دور میں مسلمان اگر حقیقت

اپنے مذہب اور اپنی ثقافت اور اپنے تمدن و معاشرت کو محفوظ کرنا چاہتے ہیں اور مسلمان ہونے کی حیثیت سے عمر بسر کرنے کی حقیقی خواہش رکھتے ہیں، تو اسکی واحد صورت

یہ ہے کہ آج تک مذہبی شعائر و آثار کو باقی رکھنے والے دینی مدارس و مکاتب اور تبلیغی اداروں کو مزید قوت پہنچا کر ان کے بقاء میں کوشاں ہو کر اپنے بقاء کا انتظام کریں۔

دارالعلوم عزیز یہ کی امداد و اعالیٰ کے ہاتھ بڑھائیں

منقرضی پنجاب میں دارالعلوم عزیز کے ذریعہ سے علوم دینی کی خدمت کا فی عرصہ سے ہو رہی ہے۔ اور ہر سال بہت سی طلبہ علم دین اس چشمہ فیض سے سیراب ہو کر مختلف اطراف ملک میں مسلمانوں کو سیراب کر رہے ہیں۔ ہماری قلبی تمنائیں

فصل کا موقع ہے آپ اپنے عشرتوں پر حصہ بہترین مصروف میں ادا کر کے ثواب کامل حاصل کریں۔ اور مذکورہ

کہ علوم نبوت کا یہ فیض رساں بارخ نہ صرف یہ کہ آباد ہے بلکہ اس میں مزید ترقی ہو۔ مگر موجودہ گرانی کے دور میں جب اپنی آمدنی پر نظر ڈالتے ہیں تو ہم اپنی آرزوؤں اور سوچے ہوئے نقشوں کے مطابق عمل کے لئے قدم نہیں

وہدقات ادا کرتے وقت بھی قرآن و حدیث پڑھنے والے ان غریب الدیار طلبہ اور مساکین کو فراموش نہ کریں۔ آپ

اٹھا سکتے۔ غلہ جمع کرنے اور سال بھر کے لئے حواناتان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم طالب علموں کے لئے کھا

کی جو رقم ایسے مرکزی اداروں کے ذریعہ قوم کے بچوں کی تعلیم و تربیت میں خرچ ہوگی اور اس سے آئندہ صحیح بنیادوں پر

قوم کی تعمیر ہوگی، وہی رقم حقیقتہً ٹھکانے لگے گی۔ امید ہے کہ مسلمان میری اس اپیل پر لبیک کہیں گے۔

دارالعلوم عزیز یہ جامع مسجد بھیرہ (پنجاب پاکستان)

دافتخار احمد بگٹی امیر حزب انصار و مستم

کتاب بہترین رفیق ہے

تفسیر آیت حجت : مولانا عبد الفتاح صاحب
تفسیر آیت تمکین :
تفسیر آیت رضوان :
تفسیر آیت مودۃ القرنی :
ابوالآمنہ کی تعلیم :

پیغام حق : مولانا ظہور احمد صاحب کی آخری تقریر :
تفسیر آیت مباہلہ : مولانا محمد رفیع صاحب
تفسیر آیت امامت :
تفسیر آیت میراث ارض :
تفسیر آیت اولی الامر منکم :

مکتبہ حزب انصار و منیجہ سال قمری ۱۳۷۵ھ دارالخاند شمس الاسلام بھیرہ (پاکستان)